عرشِ الٰہی کا سایہ

پانیوالے خوش نصیب

از قلم

تفضیل احمد ضیغم



مکتبہ قدوسیہ

عرشِ الٰہی کا سایہ

پانے والے خوش نصیب

از قلم

تفضیل احمد ضیغم

مکتبہ قدوسیہ

خوبصورت اور معیاری مطبوعات

کتاب وسنت
کی
نشرواشاعت
کے لیے
کوشاں

اہتمام طباعت
ابوبکر قدوسی

اشاعت ـــــ ۲۰۱۱ء

قدوسیہ اسلامک پریس

مکتبہ قدوسیہ
رحمان مارکیٹ ⊙ غزنی سٹریٹ ⊙ اردو بازار ⊙ لاہور

فہرست

پیش لفظ

دوران تعلیم جب میں بخاری شریف کا طالب علم تھا تو ایک دن کلاس میں سبق کے دوران صحیح بخاری کی یہ حدیث نظر سے گزری:

((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِی صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: سبعة یظلهم الله فی ظله یوم لاظل الا ظله ......الخ))

''کہ سات آدمی ایسے ہیں جنہیں اللہ رب العزت قیامت کے دن اپنے عرش کا سایہ نصیب فرمائیں گے۔''

ان خوش بخت افراد کا ذکر کرتے ہوئے ہمارے استاذ محترم نے فتح الباری سے حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی تحقیق بیان کرتے ہوئے کہا کہ حافظ صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک یہ آدمی سات نہیں بلکہ ستائیس کے قریب ہیں، پھر انہوں نے تین چار منٹ میں تمام آدمی ایک ایک کر کے بیان کئے، میں نے اپنی کتاب کے حاشیہ میں ان خوش نصیب اشخاص کا اندراج کر لیا۔ افادہ کی غرض سے میں نے انہیں دیگر احادیث سے مزین کر کے خطبہ جمعۃ المبارک میں بیان کرنے کا ارادہ کیا لیکن بیان کرنے سے قبل ان سات کے علاوہ دیگر افراد سے متعلقہ احادیث کی تحقیق ضروری تھی اس لیے کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے صرف اشخاص کا ذکر کیا ہے، احادیث ذکر نہیں کیں۔ لہٰذا اس کام کے لیے روایات کو حدیث کی کتابوں سے ڈھونڈنا تھا اور پھر ان کی تخریج کرنا تھی۔ قصہ مختصر مجھے صحیح روایات سے دس ایسے خوش بخت افراد ملے ہیں جنہیں قیامت کے دن عرش الٰہی کے سایہ سے سرفراز کیا جائے گا۔ بقیہ جو ضعیف روایات تھیں، ان میں سے چند کتاب کے آخر میں ذکر کر دی ہیں۔ میرا ان افراد کو احاطہ تحریر میں لانے کا مقصد یہ تھا کہ

احب الصالحین ولست منهم
لعل الله یرزقنی صلاحا

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ اس حقیر کاوش کو شرفِ قبولیت سے نوازتے ہوئے مجھ نامۂ سیاہ اعمال کو بھی وہ اپنے ان خوش بخت افراد کی فہرست میں شامل فرما دے۔

تفضیل احمد ضیغم

انتساب

مادرِ علمی

"جامعہ سلفیہ"

کے نام

جہاں گزارے ہوئے شب و روز

میری یادوں کا

حسین گلدستہ ہیں

تفضیل احمد ضیغم

عرش کیا ہے؟

لغت عرب میں بادشاہ کے لیے مخصوص تخت کو عرش کہا جاتا ہے جبکہ شریعت میں عرش سے مراد وہ عظیم عرش ہے جس پر اللہ تعالیٰ مستوی ہے۔ یہ عرش تمام مخلوقات کے اوپر اور تمام مخلوقات سے بڑا ہے۔ (۱)

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے عرش کی تین صفات بیان فرمائی ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱ عرش کا عظیم ہونا:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

((قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ)) (۲)

''ان سے پوچھو کہ سات آسمانوں کا کون مالک ہے اور عرشِ عظیم کا کون مالک ہے۔''

۲ عرش کا کریم (عزت والا) ہونا:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

((فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ)) (۳)

اللہ بلند شان والا، حقیقی بادشاہ ہے، اُس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ہی عزت والے عرش کا مالک ہے۔

---

(۱) لمعة الاعتقاد امام ابن قدامه المقدسی

(۲) سورة المومنون ، آیت:۸۶

(۳) سورة المومنون ، آیت :۱۱۶

۳ عرش کا مجید (بزرگی والا) ہونا:

سورۃ البروج میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ)) [۱]

(اللہ تعالیٰ) عرش کا مالک بڑی بزرگی والا ہے۔

عرش کس طرح کا ہے اس کی کیفیت کیا ہے اس کی تفصیل تو شریعت میں مذکور نہیں اور نہ ہی اس کی کیفیت میں جانا چاہیے صرف اتنی معلومات پر ایمان رکھنا ضروری ہے جو شریعت نے ہمیں بتا دی ہیں۔ ذیل میں ہم صحیح روایات کی روشنی میں عرشِ الٰہی سے متعلق مختصر معلومات درج کر رہے ہیں۔

۱ پہلے اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا:

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں ایک دفعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں موجود تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے تھے:

((كَانَ اللّٰهُ وَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ غَيْرُهُ، وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ، وَكَتَبَ فِي الذِّكْرِ كُلَّ شَيْءٍ، وَخَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ) فَنَادَى مُنَادٍ: ذَهَبَتْ نَاقَتُكَ يَا ابْنَ الْحُصَيْنِ، فَانْطَلَقْتُ فَإِذَا هِيَ يَقْطَعُ دُوْنَهَا السَّرَابُ، فَوَاللّٰهِ لَوَدِدْتُ أَنِّيْ كُنْتُ تَرَكْتُهَا)) [۲]

''اوّل اللہ کی ذات تھی اس کے سوا کوئی چیز نہ تھی اور اس کا عرش پانی پر تھا اور لوح محفوظ میں اس نے ہر بات لکھ دی اور اس نے زمین و آسمان پیدا کیے'' یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ ایک شخص نے آواز دی اے ابن حصین! تمہاری اونٹنی بھاگ گئی ہے، لہٰذا میں چلا گیا تو دیکھا کہ وہ اونٹنی سراب سے آگے جا چکی تھی۔ اللہ کی قسم! میری خواہش تھی کہ کاش! اس اونٹنی کو چھوڑ دیتا (اور وہاں

[۱] سورۃ البروج، آیت:۱۵

[۲] مختصر صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق

سے نہ اٹھتا تو بہتر تھا)۔“

معلوم ہوا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے پانی کو پیدا فرمایا ایسے ہی عرش کو بھی پیدا فرمایا، پانی اور عرش دونوں ہی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔

۲ اللہ تعالیٰ کا عرش جنت کے اوپر ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کے درجات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

((مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ، وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَصَامَ رَمَضَانَ، كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ أَنْ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ، جَاهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَوْ جَلَسَ فِيْ أَرْضِهِ الَّتِيْ وُلِدَ فِيْهَا فَقَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، أَفَلَا نُبَشِّرُ النَّاسَ؟ قَالَ: (إِنَّ فِي الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ، أَعَدَّهَا اللّٰهُ لِلْمُجَاهِدِيْنَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ، مَابَيْنَ الدَّرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، فَإِذَا سَأَلْتُمُ اللّٰهَ فَاسْأَلُوْهُ الْفِرْدَوْسَ، فَإِنَّهُ أَوْسَطُ الْجَنَّةِ، وَأَعْلَى الْجَنَّةِ۔ أُرَاهُ قَالَ: وَفَوْقَهُ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ، وَمِنْهُ تَفَجَّرُ أَنْهَارُ الْجَنَّةِ)) [1]

”جو شخص اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے، نماز ادا کرے اور روزے رکھے تو اللہ کے ذمے یہ وعدہ ہے کہ وہ اس کو جنت میں داخل کرے گا۔ خواہ وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرے یا جہاں پیدا ہوا ہو وہاں ہی بیٹھا رہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! تو پھر ہم لوگوں کو خوشخبری نہ سنائیں؟ آپ نے فرمایا: ”جنت میں سو درجے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے راستہ میں جہاد کرنے والوں کے لیے تیار کیے ہیں اور ہر دو درجوں کے درمیان اس قدر فاصلہ ہے جس قدر آسمان اور زمین کے درمیان ہے، لہٰذا تم جب اللہ سے دعا مانگو تو اس سے فردوس طلب کرو کیونکہ وہ جنت کا افضل اور

[1] مختصر صحیح بخاری، کتاب الجهاد باب درجات المجاهدین فی سبیل الله

بہتر حصہ ہے۔'' راوی کا خیال ہے کہ آپ نے اس کے بعد فرمایا: ''اس کے اوپر رحمان کا عرش ہے اور وہیں سے جنت کی نہریں پھوٹتی ہیں۔''

۳ عرشِ الٰہی کے پائے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((اِسْتَبَّ رَجُلَانِ: رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ، وَرَجُلٌ مِنَ الْيَهُوْدِ، قَالَ الْمُسْلِمُ: وَالَّذِي اصْطَفَى مُحَمَّدًا عَلَى الْعَالَمِيْنَ، فَقَالَ الْيَهُوْدِيُّ: وَالَّذِيْ اَصْطَفَى مُوْسٰى عَلَى الْعَالَمِيْنَ، فَرَفَعَ الْمُسْلِمُ يَدَهُ عِنْدَ ذٰلِكَ فَلَطَمَ وَجْهَ الْيَهُوْدِيِّ، فَذَهَبَ الْيَهُوْدِيُّ إِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم، فَأَخْبَرَهُ بِمَا كَانَ مِنْ أَمْرِهِ وَأَمْرِ الْمُسْلِمِ، فَدَعَا النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم الْمُسْلِمَ، فَسَأَلَهُ عَنْ ذٰلِكَ فَأَخْبَرَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم: ((لَا تُخَيِّرُوْنِيْ عَلَى مُوْسٰى، فَإِنَّ النَّاسَ يَصْعَقُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَأَصْعَقُ مَعَهُمْ فَأَكُوْنَ أَوَّلَ مَنْ يُفِيْقُ فَإِذَا مُوْسٰى بَاطِشٌ جَانِبَ الْعَرْشِ، فَلَا أَدْرِي: أَكَانَ فِيْمَنْ صَعِقَ فَأَفَاقَ قَبْلِيْ، أَوْ كَانَ مِمَّنِ اسْتَثْنَى اللّٰهُ)) [1]

''ایک مسلمان اور ایک یہودی نے آپس میں گالی گلوچ کیا۔ مسلمان کہنے لگا اس ذات کی قسم! جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سارے جہانوں پر برتری دی۔ یہودی نے کہا، اس ذات کی قسم! جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تمام اہل جہاں پر برگزیدہ کیا۔ اس پر مسلمان نے ہاتھ اٹھایا اور یہودی کے منہ پر طمانچہ رسید کر دیا۔ پس یہودی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا، آپ سے اپنا اور مسلمان کا ماجرا کہہ سنایا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسلمان کو بلا کر دریافت کیا تو اس نے سارا قصہ بیان کر دیا۔ آپ نے فرمایا: ''تم مجھے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر برتری نہ

---

[1] مختصر صحیح بخاری، کتاب الخصومات، باب مایذکر فی الاشخاص والخصومة بین المسلم والیهود

دو کیونکہ قیامت کے دن جب سب لوگ بے ہوش ہو جائیں گے اور میں بھی بے ہوش ہو جاؤں گا اور سب سے پہلے مجھے ہوش آئے گا تو میں دیکھوں گا کہ موسیٰ علیہ السلام عرش کا ایک پایہ پکڑے کھڑے ہیں اب میں نہیں جانتا کہ وہ بے ہوش ہو کر مجھ سے پہلے ہوش میں آ گئے یا وہ ان لوگوں میں سے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے بے ہوشی سے مستثنیٰ کر دیا۔"

موسیٰ علیہ السلام کا عرش کا پایہ پکڑ کے کھڑے ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ عرش الٰہی کے پائے ہیں، اب وہ کیسے پائے ہیں؟ اس کی کیفیت بیان نہیں ہوئی۔

۴ عرش کا حرکت کرنا:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

((اِهْتَزَّ الْعَرْشُ لِمَوْتِ سَعْدِ بْنِ مَعَاذٍ)) [۱]

"جب سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو عرشِ الٰہی نے حرکت کی۔"

۵ لوح محفوظ عرش پر ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَمَّا قَضَى اللّٰهُ الْخَلْقَ كَتَبَ فِي كِتَابِهِ، فَهُوَ عِنْدَهُ فَوْقَ الْعَرْشِ: إِنَّ رَحْمَتِي غَلَبَتْ غَضَبِي)) [۲]

جب اللہ تعالیٰ سب مخلوق کو پیدا کر چکا تو اس نے اپنی کتاب (لوح محفوظ) میں جو اسی کے پاس عرش پر ہے، یہ لکھا "میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔"

---

[۱] مختصر صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم باب مناقب سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ

[۲] مختصر صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق باب ماجاء فی قول اللہ تعالیٰ وھو الذی یبدؤا الخلق ثم یعیدہ

❻ عرش کو فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مجھ سے ایک انصاری صحابی نے بیان کیا کہ وہ رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے اتنے میں ایک ستارہ ٹوٹا اور بہت چمکا، آپ نے فرمایا ''تم اس چیز کو جاہلیت کے زمانے میں کیا کہتے تھے'' انہوں نے کہا کہ ''ہم جاہلیت کے زمانہ میں کہتے تھے کہ آج کی رات کوئی بڑا شخص پیدا ہوا ہے یا مرا ہے'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو فرمایا:

((فَإِنَّهَا لَا يُرْمَى بِهَا لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ وَلَكِنْ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالَى اسْمُهُ إِذَا قَضَى أَمْرًا سَبَّحَ حَمَلَةُ الْعَرْشِ ثُمَّ سَبَّحَ أَهْلُ السَّمَاءِ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ حَتَّى يَبْلُغَ التَّسْبِيحُ أَهْلَ هٰذِهِ السَّمَاءِ الدُّنْيَا ثُمَّ قَالَ الَّذِينَ يَلُونَ حَمَلَةَ الْعَرْشِ لِحَمَلَةِ الْعَرْشِ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ فَيُخْبِرُونَهُمْ مَاذَا قَالَ فَيَسْتَخْبِرُ بَعْضُ أَهْلِ السَّمَاوَاتِ بَعْضًا حَتَّى يَبْلُغَ الْخَبَرُ هَذِهِ السَّمَاءَ الدُّنْيَا فَتَخْطَفُ الْجِنُّ السَّمْعَ فَيَقْذِفُونَ إِلَى أَوْلِيَائِهِمْ وَيُرْمَوْنَ بِهِ فَمَا جَاءُ وا بِهِ عَلَى وَجْهِهِ فَهُوَ حَقٌّ وَلَكِنَّهُمْ يَقْرِفُونَ فِيهِ وَيَزِيدُونَ)) [1]

''تارہ کسی کے مرنے یا پیدا ہونے کی وجہ سے نہیں ٹوٹتا، لیکن ہمارا مالک جل جلالہ جب کچھ حکم دیتا ہے تو عرش کے اٹھانے والے فرشتے تسبیح کہتے ہیں، پھر ان کی آواز سن کر ان کے پاس والے آسمان کے فرشتے تسبیح کہتے ہیں، یہاں تک کہ تسبیح کی نوبت آسمانِ دنیا تک پہنچتی ہے، پھر وہ جو عرش اٹھانے والے فرشتوں سے قریب ہیں وہ ان سے پوچھتے ہیں کیا حکم دیا تمہارے مالک نے؟ وہ بیان کرتے ہیں، اسی طرح آسمان والے ایک دوسرے سے دریافت کرتے ہیں، یہاں تک کہ وہ خبر اس دنیا کے آسمان والوں تک آتی ہے۔ ان سے وہ خبر جن اڑا لیتے ہیں اور اپنے دوستوں کو آ کر سناتے ہیں۔

[1] صحیح مسلم، کتاب السلام، باب تحریم لکھانة واتیان الکھان

فرشتے جب ان جنوں کو دیکھتے ہیں تو ان کو تاروں سے مارتے ہیں (تو یہ تارے ان کے کوڑے ہیں) پھر جو خبر جن لاتے ہیں اگر اتنی ہی کہیں تو سچ ہے لیکن وہ جھوٹ ملاتے ہیں اس میں اور زیادہ کرتے ہیں۔''

قیامت کے دن اللہ کا عرش میدان محشر میں ہوگا:

صحیح بخاری کی ایک لمبی روایت میں ہے کہ قیامت کے دن جب لوگ مختلف انبیاء کے پاس سفارش ڈھونڈنے کے لیے جائیں گے تو آخر سب سے مایوس ہو کر نبی رحمت ﷺ کے پاس آئیں گے اور سفارش کے لیے درخواست کریں گے تو آپ ﷺ انہیں لے کر عرش کی طرف چلیں گے جس کی وضاحت آپ ﷺ کے ذیل کے فرمان سے ہوتی ہے:

((فَأَنْطَلِقُ فَآتِي تَحْتَ الْعَرْشِ، فَأَقَعُ سَاجِدًا لِرَبِّي عَزَّ وَجَلَّ، ثُمَّ يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلَيَّ مِنْ مَحَامِدِهِ وَحُسْنِ الثَّنَاءِ عَلَيْهِ شَيْئًا لَمْ يَفْتَحْهُ عَلَى أَحَدٍ قَبْلِي، ثُمَّ يُقَالُ: يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ، سَلْ تُعْطَهْ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ، فَأَرْفَعُ رَأْسِي فَأَقُولُ: أُمَّتِي يَارَبِّ، أُمَّتِي يَا رَبِّ، أُمَّتِي يَارَبِّ، فَيُقَالُ: يَامُحَمَّدُ أَدْخِلْ مِنْ أُمَّتِكَ مَنْ لَاحِسَابَ عَلَيْهِمْ، مِنَ الْبَابِ الْأَيْمَنِ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ، وَهُمْ شُرَكَاءُ النَّاسِ فِيمَا سِوَى ذٰلِكَ مِنَ الْأَبْوَابِ، ثُمَّ قَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، إِنَّ مَابَيْنَ الْمِصْرَاعَيْنِ مِنْ مَصَارِيعِ الْجَنَّةِ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَحِمْيَرَ، أَوْ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَبُصْرَى)) [1]

''اس وقت میں عرش کے نیچے جا کر اپنے رب کے حضور سجدہ ریز ہو جاؤں گا، اللہ تعالیٰ اپنی تعریف اور خوبی کی وہ وہ باتیں میرے دل پر منکشف کرے گا جن کا مجھ سے پہلے کسی پر انکشاف نہیں ہوا ہوگا، چنانچہ میں اسی طریقہ کے

[1] مختصر صحیح بخاری، کتاب تفسیر القرآن، باب قوله تعالٰى ذرية من حملنا مع نوح انه كان عبدالشكورا

مطابق حمد و ثناء بجا لاؤں گا، تو پھر حکم ہوگا اے محمد (ﷺ) سر اٹھا، مانگ جو مانگنا ہے، وہ دیا جائے گا۔تم جس کی سفارش کرو گے ہم سنیں گے، میں سر اٹھا کر عرض کروں گا، پروردگار! میری امت پر رحم فرما، میرے پروردگار میری امت پر رحمت فرما، میرے پروردگار! میری امت پر رحم فرما۔فرمان الٰہی ہوگا اے محمد ﷺ! اپنی امت کے وہ لوگ جن کا حساب نہیں ہوگا انہیں جنت کے دائیں دروازے سے داخل کرو اگرچہ وہ لوگوں کے ساتھ شریک ہو کر دوسرے دروازوں سے بھی جنت میں جاسکتے ہیں، پھر آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میری میری جان ہے جنت کے دونوں دروازوں کا درمیانی فاصلہ مکہ اور حمیر یا مکہ اور بصری کے درمیانی فاصلہ جتنا ہے۔''

عرش کے باری میں متکلمین کی رائے:

متکلمین کہتے ہیں کہ عرش بھی آسمان ہے جو تمام کناروں سے گول ہے اور تمام عالم کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے، اس کو فلک اطلس اور فلک تاسع بھی کہتے ہیں، ان کی رائے صحیح نہیں جیسا کہ سابقہ شرعی نصوص سے ہم ثابت کر چکے ہیں کہ عرش کے پائے بھی ہیں نیز اس کو فرشتوں نے اٹھا رکھا ہے اور آپ ﷺ کا یہ فرمان کہ جب لوگ بے ہوش ہو جائیں گے تو سب سے پہلے میں ہوش میں آؤں گا اور اس وقت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھوں گا وہ عرش کا پایہ پکڑے ہوئے ہوں گے یہ سب دلائل متکلمین کا رد کرتے ہیں کہ اس سے مراد کوئی گول کناروں والا آسمان نہیں۔

کیا عرش سے مراد بادشاہت ہے؟

جو لوگ اللہ کے کلام میں تحریف کرتے ہوئے، عرش سے مراد بادشاہت لیتے ہیں تو وہ ان نصوص صریحہ کا کیا جواب دیں گے جن میں ارشاد ہے کہ اللہ کے عرش کو فرشتوں نے اٹھا رکھا ہے، تو کیا اللہ کی بادشاہت کو فرشتوں نے اٹھایا ہوا ہے اور اس کی بادشاہت کیا پانی پر ہے اور قیامت کے دن موسیٰ علیہ السلام جو عرش کے پائے پکڑے ہوں گے

تو کیا اس سے مراد یہ ہے کہ وہ بادشاہت کے پائے پکڑے ہوئے ہوں گے۔

کیا عرش اور کرسی ایک ہی چیز ہیں؟

قرآن حکیم میں جو ارشاد ہے:

﴿وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ (البقرة:٢٥٥)

''اس کی کرسی آسمان و زمین کو محیط ہے۔''

اس کرسی سے مراد آیا عرش ہے یا کرسی یا عرش سے الگ کوئی اور چیز ہے، بعض کہتے ہیں کہ کرسی سے مراد عرش ہی ہے، لیکن صحیح بات یہ ہے کہ دونوں الگ الگ چیزیں ہیں جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے:

((الكرسى موضع القدمين والعرش لا يقدر أحد قدره)) [1]

''کرسی اللہ تعالیٰ کے دو قدموں کی جگہ ہے اور عرش کا تو کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا۔''

معلوم ہوا کہ کرسی عرش کے علاوہ ہے کیونکہ عرش پر تو اللہ مستوی ہے جبکہ کرسی اللہ تعالیٰ کے قدموں کی جگہ ہے۔

قیامت کے دن عرش کی کیفیت:

پیچھے صحیح حدیث کی رو سے ہم بتا چکے ہیں کہ قیامت کے دن عرش الٰہی میدان محشر میں ہوگا اور اسے فرشتوں نے اٹھایا ہوا ہوگا، جیسا کہ ذیل کی آیت سے واضح ہے:

﴿وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ﴾ (سورة الحاقة:١٧)

''اور اس روز تیرے رب کے عرش کو آٹھ فرشتوں نے اٹھا رکھا ہوگا۔''

اور یہی وہ دن ہوگا جب کچھ خوش نصیب اہل ایمان حشر کی گرمیوں سے محفوظ عرش الٰہی کے سایہ میں ہوں گے۔

---

[1] رواه الحاكم، وقال صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه، یہ روایت موقوفاً صحیح ہے۔

میدان محشر میں ٹھنڈی چھاؤں!

قیامت کا دن ہے کائنات بھر کے لوگ میدان محشر میں جمع ہیں جسموں پر کپڑا بھی نہیں ہے۔ دور دور تک کوئی سایہ دار جگہ نظر نہیں آتی اور سورج ہے کہ لوگوں کے بہت ہی قریب آ گیا ہے اور پوری قوت سے چمک رہا ہے۔ اتنی شدت کی آگ اس نے کبھی نہیں برسائی تھی۔ گرمی اور پسینے سے لوگ بدحال ہیں اور حیرت یہ ہے کہ بعض لوگ ٹخنوں تک پسینے میں ڈوبے ہوئے ہیں، بعض گھٹنوں تک' بعض پہلوؤں تک اور کچھ ایسے ہیں کہ پسینے نے انہیں لگام ڈال رکھی ہے۔ ایسے پریشان کن ماحول میں لوگ سایہ کی تلاش میں ارد گرد دیکھتے ہیں تو کہیں سایہ نظر نہیں آتا ہاں پھر نظر پڑتی ہے کہ اللہ رب العزت کے عرش کے نیچے بڑا خوبصورت اور ٹھنڈا سایہ ہے۔ کچھ لوگ وہاں بیٹھے ہوئے ہیں اللہ کی رحمت نے انہیں ڈھانپ رکھا ہے انہیں نہ قیامت کی سختیوں کی پرواہ ہے نہ حساب وکتاب کی لوگ ان کی طرف دیکھ کر رشک کرتے ہیں۔

قارئین کرام! وہ لوگ واقعی ہی خوش بخت ہوں گے جنہیں قیامت کے دہشت ناک ماحول میں قیامت کی ہولناکیوں سے بچنے کیلئے عرش الٰہی کا سایہ مل جائے گا۔ ایسے لوگوں کے بارے میں شافع محشر حضرت محمد الرسول اللہ ﷺ نے امت کو خبر دے دی ہے کہ یہ لوگ چند خصوصیات کے مالک ہوں گے۔ ان میں کچھ ایسے اوصاف ہوں گے جو انہیں اس شرف سے نواز دیں گے ان میں سے دس قسم کے لوگ درج ذیل ہیں:

- انصاف کرنے والا امام۔
- وہ نوجوان جس نے جوانی کو اللہ رب العزت کی عبادت میں گزار دیا۔
- وہ شخص جس کا دل ہر وقت مسجد میں لگا رہتا ہے۔
- وہ دو آدمی جنہوں نے آپس میں اللہ کے لیے محبت کی اسی کی خاطر وہ یکجا

ہوئے اسی کی خاطر جدا ہوئے۔

- وہ شخص جسے کوئی معزز اور خوبصورت عورت گناہ کی دعوت دے لیکن وہ یہ کہتے ہوئے رک جائے کہ مجھے اللہ سے ڈر لگتا ہے۔
- وہ شخص جس نے پوشیدہ طور پر کوئی صدقہ کیا یہاں تک کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی پتہ نہ چلا کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے۔
- وہ شخص جس نے تنہائی میں اللہ رب العزت کو یاد کیا تو خوف باری تعالیٰ سے اس کی آنکھوں سے آنسو اُمڈ پڑے۔
- وہ شخص جس نے کسی قرض دار کے قرض کو معاف کر دیا۔
- وہ شخص جس نے کسی کو قرض دیا پھر دیکھا کہ مقررہ مدت تک وہ بھائی قرض دینے کی قدرت نہیں رکھتا تو آسانی کی خاطر مقررہ مدت میں اسے کچھ اور مہلت دے دی۔
- اللہ کی راہ میں شہید ہونے والے۔

ان دس قسم کے لوگوں میں سے پہلے سات افراد کا ذکر صحیح بخاری کی اس روایت میں ہے:

((عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ : سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ : اَلإِمَامُ الْعَادِلُ ، وَشَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ رَبِّهِ ، وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ ، وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللّٰهِ إِجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ ، وَرَجُلٌ طَلَبَتْهُ إِمْرأَةٌ ذَاتَ مَنْصَبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ : إِنِّي أَخَافُ اللّٰهَ ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ اَخْفٰى حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهُ وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ۔))[1]

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سات قسم کے

[1] صحیح بخاری باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلاۃ و فضل المساجد ح:660

لوگ ہیں جن کو اللہ اپنے (عرش کا) سایہ عطا کرے گا جس دن اس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ ❶ انصاف کرنے والا حکمران ❷ وہ نوجوان جو اللہ کی عبادت میں پروان چڑھے ❸ وہ آدمی جس کا دل مسجدوں میں اٹکا رہتا ہو ❹ وہ دو آدمی جو اللہ کی رضا کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اسی وجہ سے جمع ہوتے ہیں اور اسی کی وجہ سے ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں ❺ وہ آدمی جس کو معزز اور خوبرو عورت گناہ کی دعوت دے اور وہ کہہ دے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں ❻ وہ آدمی جو اس قدر خفیہ صدقہ دے کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی علم نہ ہو کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ❼ وہ آدمی جو تنہائی میں اللہ کو یاد کرے اور اس کی آنکھوں سے (اللہ کے خوف سے) آنسو جاری ہو جائیں۔

اور دو قسم کے افراد کا ذکر جامع ترمذی کی اس روایت میں ہے:

((عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ ﷛ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ اَنْظَرَ مَعْسِرًا ، اَوْ وَضَعَ لَهُ اَظَلَّهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهُ)) [1]

حضرت ابو ہریرۃ ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی تنگ دست کو مہلت دے یا اس کو معاف کر دے اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے روز اپنے عرش کے سائے میں جگہ عطا فرمائے گے جس دن اسکے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا۔

اللہ کی راہ میں شہید ہونے والوں کی روحیں عرش الٰہی کے سایہ میں لٹکی قندیلوں میں آرام کرتی ہیں، اس کا ذکر عبداللہ بن عباس ﷠ سے مروی ذیل کی روایت میں ہے جس میں نبی ﷺ نے احد کے شہداء کے متعلق ارشاد فرمایا:

((لَمَّا أُصِيبَ إِخْوَانُكُمْ جَعَلَ اللّٰهُ أَرْوَاحَهُمْ فِي جَوْفِ طَيْرٍ

[1] صحیح جامع ترمذی' ابواب البیوع' باب ما جاء فی انظار المعسر و الرفق به ح:136

خُضْرٍ تَرِدُ أَنْهَارَ الْجَنَّةِ تَأْكُلُ مِنْ ثِمَارِهَا، وَتَأْوِي إِلَى قَنَادِيلَ مِنْ ذَهَبٍ مُعَلَّقَةٍ فِي ظِلِّ الْعَرْشِ، فَلَمَّا وَجَدُوا طِيبَ مَأْكَلِهِمْ وَمَشْرَبِهِمْ وَمَقِيلِهِمْ قَالُوا: مَنْ يُبَلِّغُ إِخْوَانَنَا عَنَّا أَنَّا أَحْيَاءٌ فِي الْجَنَّةِ نُرْزَقُ، لِئَلَّا يَزْهَدُوا فِي الْجِهَادِ وَلَا يَنْكُلُوا عِنْدَ الْحَرْبِ، فَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى! أَنَا أُبَلِّغُهُمْ عَنْكُمْ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ﴾ (آل عمران:۱۶۹)))[۱]

''احد کے روز جو تمہارے بھائی شہید ہو چکے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کی روحوں کو سبز پرندوں کے پیٹ میں رکھ دیا، یہ پرندے جنت کی نہروں سے سیراب ہوتے ہیں، جنت کے پھل کھاتے ہیں اور عرش الٰہی کے سائے میں لٹکی ہوئی سنہری قندیلوں میں آرام کرتے ہیں۔ انہوں نے جب اپنا اچھا کھانا پینا اور اچھی آرام گاہیں دیکھیں تو یہ آرزو کی کہ کون ہے جو ہماری طرف سے ہمارے بھائیوں کو یہ خبر کردے کہ ہم زندہ ہیں اور جنت میں ہیں؟ تاکہ ہمارے بھائی جنت سے ناامید نہ ہوجائیں اورلڑائی میں بزدلی نہ دکھائیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی خواہش کو دیکھ کر فرمایا کہ میں تمہاری طرف سے یہ پیغام ان کو پہنچا دیتا ہوں چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی: ''جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے ہیں، انہیں مردہ مت کہو وہ زندہ ہیں، اپنے رب کے پاس رزق پارہے ہیں۔''

اب آئندہ صفحات میں ہر گروہ سے متعلق تفصیل سے بات کی جائے گی۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ اے باری تعالیٰ ہم میں بھی وہ اوصاف پیدا فرمادے جن کی وجہ سے تیرے ہاں لوگ قیامت کے دن اس مقدس سائے کے حقدار ٹھہریں گے۔

---

[۱] أبو داؤد، کتاب الجهاد، باب فی فضل الشهادة، رقم:۲۵۲۰، حاکم، کتاب الجهاد، ۳/ ۸۸۔ وقال الشيخ الالبانی حسن

انصاف کرنے والا امام

امام سے مراد حکمران بھی ہے اور اس سے مراد ہر وہ شخص بھی ہے جسے مسلمانوں کے معاملات میں کسی بھی قسم کا حق ولایت حاصل ہو۔ اس ضمن میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((والمراد به صاحب الولاية العظمیٰ ' ويلتحق به كل من ولي شيئا من امور المسلمين فعدل فيه۔))①

''امام سے مراد وہ آدمی ہے جسے ولایت عظمیٰ حاصل ہو اور اس کے ساتھ ہر وہ شخص بھی شامل ہے جسے مسلمانوں کے آپس کے معاملات میں سے کسی معاملہ میں حق ولایت حاصل ہو اور وہ اس میں عدل سے کام لے''

لہٰذا انصاف کرنے والا شخص خواہ وہ کسی ملک کا حکمران ہو یا کسی صوبے کا گورنر یا چیف منسٹر' کسی شہر کا ناظم ہو یا کسی محلّہ کا کونسلر' کوئی معمولی افسر ہو یا گاؤں کا چوہدری' پنچایت کا سربراہ ہو یا کسی کالج یا مدرسہ کا سربراہ' اگر اس نے اپنے ماتحتوں کے حق میں انصاف سے کام لیا اور فرض شناسی کا ثبوت دیا تو اللہ رحیم وکریم اسے اپنے عرش کے سائے میں جگہ عطا فرمائیں گے۔

اس مضمون کو تھوڑا سا اور بڑھایا جائے تو کسی تنظیم کا مسئول یا کسی خاندان اور کنبہ کا سرپرست بھی اس میں داخل ہو جاتا ہے۔ اس لیے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

((كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ))②

''تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور ہر شخص سے اس کی رعایا کے متعلق سوال

---

① صحیح بخاری کتاب النکاح باب قوا انفسکم واھلیکم نارا) رقم الحدیث ۴۸۹۲

② صحیح بخاری کتاب النکاح باب قوا انفسکم واھلیکم نارا) رقم الحدیث ۴۸۹۲

کیا جائے گا۔"

اگر خاندان کا سربراہ ہے اور اپنی اولاد میں انصاف سے کام نہیں لیتا تو اس سے بھی بروز محشر پوچھا جائے گا اولاد میں انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے کیلئے نبی ﷺ نے فرمایا:

((إِتَّقُوْا اللّٰهَ وَاعْدِلُوْا فِيْ اَوْلَادِكُمْ))[1]

"اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان عدل کیا کرو۔"

اگر کسی صحابی نے لاعلمی کی وجہ سے اولاد کے درمیان انصاف نہیں کیا تو رسول اللہ ﷺ نے اسے ٹوک دیا اور انصاف کا حکم دیا ہے۔ اولاد کے حقوق میں انصاف کیلئے ذیل کی حدیث کس قدر واضح ہے:

((عَنِ النُّعْمَانِ ابْنِ بَشِيْرٍ اَنَّ أَبَاهُ اَتٰى بِهِ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فَقَالَ: اِنِّيْ نَحِلْتُ ابْنِيْ هٰذَا غُلَامًا كَانَ لِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: أَكُلُّ وَلَدِكَ نَحِلْتَ مِثْلَ هٰذَا؟ قَالَ: لَا، فَقَالَ: ارْجِعْهُ))[2]

"نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد صاحب مجھے لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کی میں نے اپنے اس بچے کو ایک غلام تحفہ میں دیا ہے جو میرا اپنا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: کیا تم نے اپنے سارے لڑکوں کو اسی طرح کا غلام دیا ہے؟ والد صاحب نے جواب دیا نہیں، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس سے غلام واپس لے لو۔"

عدل وانصاف کی فضا قائم کرنے کی سب سے بڑی ذمہ داری حکمرانوں پہ عائد ہوتی ہے۔ مثل مشہور ہے " الناس علی دین ملوکھم" لوگ اپنے بادشاہوں کے طریقہ پر چلتے ہیں۔

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الھبہ باب الاشھاد فی الھبہ رقم الحدیث ۲۴۴۷)

[2] صحیح بخاری، کتاب الھبہ باب الھبۃ للولد رقم الحدیث ۲۴۴۶

یعنی حکمران جیسی فضا پیدا کرتا ہے اس کا لوگوں پر اثر ہوتا ہے اور وہ اسے قبول کرتے ہیں۔ حکمران کے کندھوں پر رعایا کا بوجھ ہوتا ہے۔ اگر وہ انصاف کے تقاضوں کو پامال کرنا شروع کر دے تو پوری امت میں بگاڑ کی کیفیت پیدا ہو جائے گی۔

غور فرمایئے! قیامت کے دن عرش الٰہی کا سایہ مل جانا کتنے بلند مرتبے کی علامت ہے۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ کسی حکمران کیلئے عدل وانصاف سے کام لینا بھی کوئی معمولی بات نہیں۔ بسا اوقات اسے اپنے قریبی رشتہ داروں کے خلاف فیصلہ دینا پڑ جاتا ہے' عزت وشرف والے لوگوں کی سفارشوں کو رد کرنا پڑتا ہے۔

قبیلہ مخزوم کی عورت:

نبی ﷺ کے زمانہ میں مخزوم قبیلہ کی عورت نے چوری کر لی۔ اس بات نے قریش کو پریشانی میں مبتلا کر دیا۔ وہ لگے سوچنے کہ اس عورت کی سفارش کیلئے کون رسول اللہ ﷺ سے گفتگو کرے۔ کافی غور وخوض کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ اس قسم کی جرأت تو صرف رسول اللہ ﷺ کے چہیتے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ ہی کر سکتے ہیں۔ چنانچہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے اس عورت کی سزا میں تخفیف کی غرض سے گفتگو کی تو رسول اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک کا رنگ متغیر ہو گیا اور فرمایا: اے اسامہ! کیا تو اللہ کی حدوں سے ایک حد میں سفارش کرتا ہے؟ پھر آپ ﷺ کھڑے ہو گئے اور فرمایا:

((إِنَّمَا أَهْلَكَ الَّذِينَ قَبْلَكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ، وَإِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الضَّعِيفُ، أَقَامُوا عَلَيْهِ الْحَدَّ وَأَيْمُ اللّٰهِ لَوْ اَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا۔)) [1]

"تم سے پہلے لوگوں کو اس چیز نے ہلاک کیا کہ ان میں کوئی بلند رتبہ آدمی چوری کر لیتا تو اس کو چھوڑ دیتے اور کوئی کمزور آدمی چوری کر لیتا تو اس پر حد قائم کر دیتے (پھر فرمایا) اللہ کی قسم! اگر محمد ﷺ کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی

[1] صحیح بخاری 'کتاب الھبہ باب الھبۃ للولد رقم الحدیث ۲۴۴۶

تو ضرور میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا“

شاہ غسان عدالت فاروقی میں:

بعض دفعہ انصاف کے تقاضے پورے کرنے کیلئے حکمران کو اہم سرکاری مہمانوں سے ناراضگی مول لینا پڑتی ہے اور تاریخ ایسی مثالوں سے بھری پڑی ہے۔ اس ضمن میں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اس فیصلہ کو پڑھیے جو ذیل کی سطور میں رقم کیا جا رہا ہے:

” جبلہ بن ایہم غسان کا وہ زبردست حکمران تھا کہ جس کے حملے کا خطرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے مبارک زمانے میں بھی رہا تھا۔ یہی خطرناک بادشاہ بالآخر اسلام کی خوبیوں کو دیکھ کر موم ہوا اور اس نے ارادہ کیا کہ مسلمان ہو جائے۔ جس وقت اس نے مسلمان ہونے کا ارادہ کیا اس وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ تھے۔ اس نے امیر المومنین کی خدمت میں خط لکھا کہ میں آپ کی خدمت میں مسلمان ہونے کیلئے حاضر ہونا چاہتا ہوں۔ یہ خط اس نے ایک قاصد کو دیا اور اسے تاکید کر دی کہ جتنی جلدی ہو سکے اس کا جواب لے آؤ۔ قاصد کو روانہ کرنے کے بعد جبلہ بن ایہم یہ سوچ رہا تھا کہ دیکھنا چاہیے امیر المومنین اسکے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ اپنا خطرناک دشمن سمجھ کر کچھ اور جواب دیں۔ لیکن جب قاصد نے لا کر جوابی خط دیا اور اس نے پڑھا تو لکھا پایا کہ تم فوراً چلے آؤ مسلمان ہونے کے بعد تم ہمارے بھائی بن جاؤ گے اور ہر دکھ اور سکھ میں ہمارے ساتھ شریک رہو گے۔

یہ جواب پا کر جبلہ بن ایہم خوش بھی ہوا اور حیران بھی اسے حیرانی یہ ہوئی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کوئی شرط پیش نہیں کی نہ دھمکی دی اور نہ کسی قسم کا الزام ہی لگایا بلکہ محبت ومواسات کے الفاظ لکھ بھیجے۔ اس کی ڈھارس بندھی وہ اپنے پانچ سو خاص جانثاروں کے ہمراہ پورے شاہانہ ٹھاٹھ کے ساتھ مدینہ کی طرف چلا۔ مدینہ سے کچھ فاصلے پر جا کر رکا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے آنے کی اطلاع دی۔

اور اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ وہ زربفت اور ریشم کی سرخ اور زرد وردیاں پہن لیں، چاندی سے سجی سجائی پیٹیاں لگا لیں، اپنے گھوڑوں پر مخمل کی جھولیں ڈالیں اور ان کی

گردنوں میں سونے کے طوق پہنا دیں اور خود جواہرات کا جڑا ہوا تاج اپنے سر پر رکھا' کبوتر کے انڈے کے برابر دو نہایت نایاب اور قیمتی موتی تاج کے دونوں طرف لٹکائے' شاہانہ لباس پہنا اور بڑے ٹھاٹھ سے مدینہ میں داخل ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے مہمان کی بڑی عزت کی اسے مقام و مرتبہ سے نوازا۔

جبلہ مدینہ میں ہی ٹھہرا ہوا تھا کہ حج کا زمانہ آ گیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ حج کیلئے نکلے تو اسے بھی ساتھ لے لیا لیکن حج کے دنوں میں ہی ایک ایسا وقعہ پیش آیا۔ جس نے جبلہ بن ایہم کی زندگی کا پانسہ پلٹ دیا۔ ہوا یہ کہ طواف کرتے وقت جبلہ کے پیچھے پیچھے ایک نوجوان عرب بھی طواف کر رہا تھا۔ اتفاق کی بات کہ اچانک اس کا پاؤں جبلہ کے قیمتی تہ بند پر جا پڑا جس سے جبلہ کا تہ بند کھل گیا۔ غسان کے بادشاہ کو غصہ آ گیا اور اس نے نوجوان کے منہ پر طمانچہ کھینچ مارا اور طمانچہ بھی اس زور کا کہ اس نوجوان کی ایک آنکھ جاتی رہی۔ نوجوان طواف کی حالت میں تو کچھ نہ بولا لیکن جب اپنے قبیلے میں گیا اور سارا حال کہا تو اس کے قبیلہ میں اس واقعہ سے آگ لگ گئی۔ کئی سو آدمی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئے اور جبلہ پر دعویٰ کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جبلہ کو طلب کیا اور پھر اس سے اس طرح بات چیت کی:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ: تم نے اس نوجوان کی آنکھ کیوں پھوڑ دی؟

جبلہ: اس نے میرے ساتھ بدتمیزی کی بھرے مجمع میں مجھ کو رسوا کیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ: نوجوان نے سارا حال ہمیں بتایا ہے اس کا کہنا ہے کہ غلطی سے اس کا پاؤں تمہارے تہ بند پر جا پڑا اتنی سی غلطی پر اتنی بڑی سزا تو ظلم ہے۔

جبلہ: تو خیر کیا ہوا! ایک غریب آدمی کو خوش کرنے کیلئے اس واقعہ کو اتنی اہمیت کیوں دی جا رہی ہے؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ: اسلام امیر اور غریب کے درمیان کوئی فرق نہیں رکھتا۔ اسلام میں اگر بڑائی ہو سکتی تو إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقٰكُمْ کی بنا پر ہی ہو سکتی ہے۔ مال و دولت' نسل و خاندان اور رنگ و روپ کی بنیاد پر کسی کو کسی پر کوئی بڑائی نہیں۔

جبلہ: تو آپ کا مطلب کیا ہے؟
حضرت عمر رضی اللہ عنہ: اس نوجوان سے معافی مانگو اور اسے کچھ دے کر راضی کر لو ورنہ آنکھ کے بدلے آنکھ
جبلہ: تو کیا میں اس غریب نوجوان سے معافی مانگوں جس کی چادر میں پیوند لگے ہوئے ہیں یہ تو مجھ سے نہیں ہو سکے گا۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ: تو پھر آنکھ کے بدلے میں آنکھ دینے کو تیار ہو جاؤ۔
جبلہ: میں غسان کا بادشاہ' میرا باپ بادشاہ' میرا دادا بادشاہ' میری آنکھ اس کی آنکھ کے برابر کیسے ہو سکتی ہے اسکی آنکھ کے بدلے میں میری آنکھ کیسے نکالی جا سکتی ہے؟
حضرت عمر رضی اللہ عنہ: اسلام کی نظر میں ادنیٰ و اعلیٰ سب برابر ہیں تم یا تو اس نوجوان کو راضی کرو یا پھر سزا کیلئے تیار ہو جاؤ۔
جبلہ: اگر آپ کا اسلام ایسا ہے جو زیر دستوں کے مقابلہ میں زبردستوں کی پرواہ نہیں کرتا اور بڑے لوگوں اور حاکموں کو خاص حقوق نہیں دیتا تو ایسے اسلام کو میرا اسلام۔ میں پھر نصرانی ہو جاؤں گا۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ: اگر تو اسلام سے پھر جائے گا تو جو مرتد کی سزا ہے تجھے دی جائے گی' میں تیری گردن اڑا دوں گا۔

یہ فیصلہ سن کر غسان کے بادشاہ کو پہلی بار یہ احساس ہوا کہ وہ اسلامی عدالت میں کھڑا ہے اور مسلمانوں کے خلیفہ سے بات کر رہا ہے۔ مرتد کی سزا کے نام سے اسے جھرجھری سی آئی وہ تاڑ گیا کہ معاملہ نازک ہے۔ اس نے کہا بہت اچھا! مجھے آج سوچنے کا موقع دیجیے میں کل اس کا جواب دوں گا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے ایک دن سوچنے کی مہلت دے دی۔ مہلت ملنے کے بعد وہ اپنے پڑاؤ پر گیا تو آتے ہی بھاگنے کی تیاری شروع کر دی اور رات کی تاریکی میں اپنے پانچ سو جانثاروں کے ساتھ فرار ہو گیا۔ (بحوالہ سیرت فاروق اعظم)

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے معزز مہمان اور بادشاہ کو ایک غریب کی خاطر ناراض تو

کر لیا لیکن عدل وانصاف کے منافی ایک قدم بھی نہیں اٹھایا بلکہ عدل کی دنیا میں ایک لازوال مثال قائم کر دی۔ ایسے ہی عادل حکمرانوں کے متعلق رحمت عالم ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے عرشِ الٰہی کا سایہ پانے کی بشارت دی ہے۔انصاف پسند آدمی کی فضیلت میں بے شمار احادیث وارد ہوئی ہیں۔ ان میں سے دو حدیثوں کو ذکر کیا جاتا ہے:

((عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِنَّ الْمُقْسِطِيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ عَلٰى مَنَابِرَ مِنْ نُوْرٍ اَلَّذِيْنَ يَعْدِلُوْنَ فِي حُكْمِهِمْ وَ اَهْلِيْهِمْ وَمَا وَلُوْا)) ①

''حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' بے شک انصاف کرنے والے اللہ کے پاس نور کے منبروں پر ہوں گے (یعنی) وہ لوگ جو اپنے حکم میں اپنے گھر والوں کے بارے میں اور ان کاموں میں جو ان کے سپرد ہیں' انصاف کا اہتمام کرتے ہیں۔''

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جو کام کسی کے سپرد کیا جائے خواہ اس کا تعلق گھریلو معاملات سے ہو یا دیگر کاموں سے اگر وہ اللہ کی رضا کیلئے اپنے معاملات میں انصاف سے کام لے گا تو اللہ کے ہاں اسے قدر ومنزلت سے نوازا جائے گا اور یہ کہ نور کے منبر کیسے ہوں گے اس کی اصل حقیقت کو اللہ رب العزت ہی بہتر سمجھتے ہیں۔ ہمارے لئے اس پر ایمان رکھنا ضروری ہے۔

اسی طرح انصاف کرنے والے لوگوں کے بارے میں صادق و امین پیغمبر ﷺ نے جنتی ہونے کا اعلان فرمادیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

((وَعَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارٍ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: اَهْلُ الْجَنَّةِ ثَلَاثَةٌ: ذُوْسُلْطَانٍ مُقْسِطٌ مُوَفَّقٌ، وَرَجُلٌ رَحِيْمٌ رَقِيْقُ الْقَلْبِ لِكُلِّ ذِيْ قُرْبٰى وَّ مُسْلِمٍ ، وَعَفِيْفٌ مُتَعَفِّفٌ

① صحيح مسلم' كتاب الامارة' باب فضل الامام العادل و عقوبة الجائر--- ح١٨٢٧

ذُوْعِیَالٍ)) ①

حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا' تین قسم کے لوگ جنتی ہیں ایک وہ حکمران جو انصاف کرنے والا اور اعمال خیر کی توفیق سے بہرہ ور ہو دوسرا وہ مسلمان جو ہر مسلمان اور رشتہ دار کیلئے مہربان اور نرم دل ہو اور تیسرا وہ شخص جو عیال دار ہونے کے باوجود سوال سے بچنے والا ہو۔''

اس ساری بحث سے معلوم یہ ہوا کہ جو شخص انصاف سے کام لیتا ہے' بے انصافی نہیں کرتا' دوسروں کا حق نہیں مارتا' قیامت کے دن وہ اللہ کے عرش کے سائے میں ہوگا۔ اللہ ! ہمیں اپنے حقوق و معاملات میں اور اپنے قریبی رشتہ داروں اور دوستوں کے حقوق میں انصاف کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

❀❀❀❀❀

① صحیح مسلم' کتاب الجنة وصفة نعیمها و اهلها' باب الصفات التی یعرف بها فی الدنیا اهل الجنة واهل النار' ح ۲۸۶۵

جوانی کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کھپا دینے والا

قیامت کے دن اللہ کے عرش کے سایہ میں جگہ پانے والا دوسرا خوش نصیب انسان امام کائنات ﷺ نے فرمایا ہے "شَابٌ نَشَأَفِي عِبَادَةِ رَبِّهِ" وہ نوجوان جس نے اپنے رب کی عبادت میں نشو ونما پائی ہو۔

یعنی وہ شخص جو جوانی میں اللہ کی عبادت کرتا ہے اس لئے کہ جوانی میں خواہشات بھی زیادہ ہوتی ہیں آدمی برائی کرنا چاہے تو ہاتھ پاؤں اسے قوت فراہم کرتے ہیں اور جوانی میں جذبات زیادہ غالب ہوتے ہیں۔اس لئے کہا جاتا ہے:

((اَلشَّابُ شُعْبَةٌ مِنَ الْجُنُوْنِ))

جوانی دیوانگی کی ایک قسم ہے۔

اس عمر میں آدمی ہوش کی بجائے جوش سے کام لیتا ہے۔ جذبات جواں ہوتے ہیں، حوصلے بلند ہوتے ہیں، بسا اوقات انسان غیر ارادی طور پر جذبات کی رو میں بہہ جاتا ہے۔ایک مومن مرد کے دین وایمان کیلئے یہ دور کڑی آزمائش ہوتا ہے۔ایسے میں جس نے عبادت کی اس نے بہت کمال اور خوبی کا مظاہرہ کیا۔حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس حدیث کے ضمن میں لکھتے ہیں:

((اَفْنٰى شَبَابَهُ وَنَشَاطَهُ فِي عِبَادَةِ اللّٰهِ))

کہ اس نوجوان نے اپنی جوانی اور قوت کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت میں فنا کردیا۔تو ایسے شخص کو اللہ رحیم وکریم اپنے عرش کے سایہ میں جگہ عطا فرمائیں گے۔

جس طرح حقوق میں انصاف کرنا ایک مشکل کام ہے اسی طرح اپنی جوانی کو عبادت میں کھپانا بھی بڑا مشکل کام ہے۔ اس لئے اس کا اجر بھی عظیم ہے ساری عمر پاپ کما کے بڑھاپے میں مسجد میں آجانا بھی اللہ کی رحمت ہے۔لیکن یہ کمال نہیں ہے

اس لئے کہ اب تو عمر نے مجبور کر دیا' بدن میں پہلی سی قوت نہ رہی ۔شیخ سعدی رضی اللہ عنہ نے اس کا بڑا اچھا نقشہ کھینچا ہے:

در جوانی توبہ کردن شیوہ پیغمبری
وقتِ پیری گرگ ظالم می شود پرہیز گار

''جوانی میں توبہ کرنا اور پرہیز گاری اختیار کرنا پیغمبرانہ کام ہے۔اور بڑھاپے کے وقت ظالم قسم کا بھیڑیا بھی پرہیز گار بن جاتا ہے۔''

جو نوجوان عبادت گزار ہیں وہ لوگوں کی باتوں سے رنجیدہ دل نہ ہوں لوگ تو باتیں کیا ہی کرتے ہیں کیا ان کیلئے یہ کافی نہیں کہ قیامت کے دن ایسے نوجوان کو اللہ حساب وکتاب کی سختیوں سے بے نیاز فرما دیں گے۔پس اے جوانی میں اللہ کی عبادت کرنے والے اس راہ کو ترک نہ کرنا کل قیامت کو تیری اس عبادت کی قدر افزائی خود اللہ رب العزت فرمائیں گے۔جوانی میں گناہوں سے رک جانا بھی صبر ہے اور اس صبر کی وجہ سے جہنم کی آگ ٹھنڈی ہو جاتی ہے، شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

پدر چوں دور عمرش منقضی گشت
مرا ایں یک نصیحت کرد و بگزشت
کہ شہوت آتش ست ازدے پرہیز
بخود برآتش دوزخ مکن تیز
دوراں آتش دوزخ مکن تیز
بصبر آبے بریں آتش زن امروز

''باپ کی زندگی کا جب زمانہ ختم ہوا، مجھے ایک نصیحت کی اور گزر گیا کہ شہوت ایک آگ ہے اس سے بچ اپنے اوپر دوزخ کی آگ کو تیز نہ کر تو اس آگ میں جلنے کی طاقت نہیں رکھتا، آج ہی اس آگ پر صبر کا پانی چھڑک دے۔''

مسجد سے محبت کرنے والا دل

قیامت کے دن عرشِ الٰہی کا سایہ پانے والے خوش نصیب لوگوں میں سے تیسرا آدمی وہ ہے جس کا دل ہر وقت مسجد میں لگا رہتا ہے۔حدیث کے الفاظ یوں ہیں:

((رَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ))

ایسا آدمی جس کا دل مسجد میں اٹکا رہتا ہے۔

یعنی اس کی قلبی کیفیت ایسی ہے کہ نماز پڑھی گھر واپس آ گیا' کاروبار میں مصروف ہے یا دوستوں کی محفل میں ہے جہاں بھی ہے اسے دوسری نماز کا دھیان ہے' انتظار کر رہا ہے جیسے ہی اذان ہوئی مسجد کی جانب چل دیا' وہ مسجد سے باہر بے قرار رہتا ہے' اس کا وجود اگرچہ مسجد سے باہر ہے لیکن دل مسجد میں اٹکا ہوا ہے۔اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ وہ ہر وقت مسجد میں ہی بیٹھا رہے کبھی باہر ہی نہ نکلے۔تو تب اسے یہ مقام حاصل ہو گا بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب ایک نماز پڑھ کر مسجد سے چلا آتا ہے تو دوسری نماز کا منتظر رہتا ہے اس کے دل میں لگن رہتی ہے کہ پھر مسجد میں جا کر نماز ادا کروں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اس کی تشریح میں فرماتے ہیں:

((وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ بِالْمَسَاجِدِ إِذَا خَرَجَ مِنْهُ حَتَّى يَعُوْدَ إِلَيْهِ)) [1]

اس سے مراد وہ شخص ہے کہ جب وہ مسجد سے باہر آتا ہے تو جب تک دوبارہ مسجد میں نہ لوٹ آئے اس کا دل مسجد کی طرف لگا رہتا ہے۔افادہ کی غرض سے سلف صالحین کے چند واقعات درج کئے جاتے ہیں جن سے ان کی مسجد سے بے پناہ محبت کا اظہار ہوتا ہے۔

تم نے عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ نہیں پڑھی:

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عبیداللہ القواریری کو کہتے ہوئے سنا ہے میری نمازِ عشاء کی جماعت کبھی فوت نہیں ہوئی تھی لیکن ایک دن ایسا

[1] فتح الباری

ہوا کہ میرے پاس مہمان آ گیا میں اس کی خاطر مدارت کی وجہ سے مصروف ہو گیا سو میں گھر سے نکلا کہ بصرہ کے قبائل میں نماز ادا کروں تو میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ تو نماز پڑھ چکے تھے پس میں نے اپنے دل میں کہا کہ آنحضرت ﷺ سے روایت ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی فضیلت تنہا نماز پڑھنے سے پچیس درجہ زیادہ ہے اور یہ بھی مروی ہے کہ جماعت کی نماز اکیلے نماز پڑھنے سے ستائیس گنا زیادہ ثواب رکھتی ہے۔ ①

پس میں گھر لوٹ آیا پھر میں نے اس دن عشاء کی نماز ستائیس دفعہ پڑھی پھر میں سو گیا پس میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں ایک گھڑ سوار قوم کے ساتھ ہوں اور ہم آپس میں ایک دوسرے سے گھڑ دوڑ میں مقابلہ کر رہے ہیں لیکن ان کے گھوڑے میرے گھوڑے سے آگے جا رہے ہیں۔ میں نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگانا شروع کی تا کہ ان سے جا ملوں تو ان میں جو سب سے پیچھے تھا اس نے میری طرف متوجہ ہو کر کہا: تم اپنے گھوڑے کو مت تھکاؤ تم ہمارا ساتھ نہیں پکڑ سکتے۔ میں نے اس آدمی سے کہا کہ میں تمہارا ساتھ کیوں نہیں پکڑ سکتا پس اس شخص نے پلٹ کر جواب دیا اس لئے کہ ہم نے عشاء کی نماز با جماعت ادا کی ہے اور تم نے عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ ادا نہیں کی۔ ②

میں موذن کی آواز پہ لبیک کیوں نہ کہوں:

حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عامر بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے موذن کی آواز سنی اور ان کی حالت یہ تھی کہ ان کی روح نکلنے والی تھی یعنی قریب المرگ تھے تو انہوں نے کہا کہ میرا ہاتھ پکڑو ان سے کہا گیا کہ تم تو بیمار ہو تو انہوں نے جواب دیا کہ میں اللہ کے داعی (مؤذن) کی آواز سنتا ہوں پھر میں اس پر لبیک نہ کہوں لوگوں نے ان کا ہاتھ پکڑا اور ان کو مسجد تک پہنچا دیا۔ پس وہ امام کیساتھ مغرب کی نماز میں شریک ہو گئے۔ سو انہوں نے مغرب کی ایک رکعت ادا کی پھر انتقال فرما گئے۔ ③

محمد بن مبارک الصوری فرماتے ہیں کہ جب سعید بن عبدالعزیز سے نماز کی جماعت فوت ہو جاتی تو رونے لگتے۔ ④

---

① صحیح بخاری کتاب الاذان باب فضل صلاۃ الجماعۃ' ح ۶۴۵

② السیر جلد ۱۱ ص ۴۴۴ ③ السیر' جلد ۵ صفحہ ۲۲۰ ④ السیر ، ج ۸ ص ۳۴

دل کی یہ کیفیت تب ہوتی ہے جب مسجد اور نماز سے حد درجہ محبت ہو جائے پھر آدمی کو عبادت اور نماز سے وہ لذت نصیب ہوتی ہے جس کے سامنے دنیاوی لذتیں اپنا اثر کھو دیتی ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز سے اس قدر محبت تھی کہ جو چیز اس میں خلل انداز ہوتی اس سے کنارہ کشی اختیار کر لیتے۔

اور ایسا کیوں نہ ہوتا آفتابِ نبوت کی سنہری کرنوں تلے ان کی تربیت ہوئی تھی۔ دنیا کی دل فریبی و دل کشی ان سے مسجد کی محبت نہیں چھین سکتی تھی، دنیا کی محبت اور مسجد کی محبت میں اتنا فرق ہے کہ مسجد کی محبت میں نماز و ذکر کرتے وقت دنیا چھوڑنے والا ایک روحانی خوشی سے سرشار رہتا ہے اور دنیا کی فکر میں گھلنے والا دنیا کے ملنے اور نہ ملنے دونوں صورتوں میں پریشان رہتا ہے۔

اگر دنیا نباشد دردمندیم
دگر باشد بمہرش پائے مندیم
بلائے زیں جہاں آشوب تر نیست
کہ رنج خاطر ست ارہست ورنیست

"اگر دنیا نہ ہو تو ہم دردمند ہیں، اگر مل جائے تو اس کی محبت میں گرفتار ہیں، کوئی مصیبت اس دنیا سے زیادہ بری نہیں کیونکہ ہونے نہ ہونے دونوں صورتوں میں دل کے لیے تکلیف دہ ہے۔"

ایک دفعہ مسجد نبوی کے اردگرد کچھ جگہ خالی ہوئی تو بنو سلمہ قبیلے نے مسجد کے قریب منتقل ہونے کا ارادہ کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ تم مسجد کے قریب منتقل ہونا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یقیناً ہم نے یہ ارادہ کیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بنو سلمہ! تم اپنے گھروں میں ہی رہو تمہارے قدموں کے نشانات لکھے جاتے ہیں۔ ①

ایک روایت میں ہے کہ جو شخص گھر سے اچھی طرح وضو کر کے نکلا تا کہ مسجد میں

① صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب الاحتساب من الآثار، ح ۶۵۵

نماز ادا کرے تو اس کے ہر پہلے قدم پر گناہ مٹا دیا جاتا ہے اور ہر دوسرے قدم پر ایک درجہ بلند ہو جاتا ہے۔ ①

یہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی محبت تھی کہ وہ مسجد سے دور رہ کر بھی مسجد کی محبت میں تڑپا کرتے تھے۔ ہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سمجھتے تھے کہ وہ مال ہی کیا جو نماز میں خشوع وخضوع کو ختم کر دے جو مال وزر لذتِ نماز میں حائل ہو اس سے تو خالی دامن اچھا ہے وہ آسائش وآرام ہی کیا جو نماز میں خلل انداز ہو ایک آدھ رکعت کا رہنا تو دور کی بات ہے۔ ان اللہ والوں کی تکبیر اولیٰ فوت ہو جاتی تو تڑپ اٹھتے تھے افسوس سے ہاتھ ملنے لگتے۔ انہیں سخت گرمی میں دور سے چل کر مسجد میں آنا پڑتا تو بھی بڑی محبت سے اس کا اہتمام کرتے تھے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک انصاری صحابی کا گھر مسجد سے اتنا دور تھا کہ میرے خیال میں کوئی اور آدمی اس سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھا لیکن وہ ہر نماز باجماعت ادا کرتا تھا اس سے کہا گیا کہ آپ کوئی گدھا خرید لیں تا کہ اندھیرے اور سخت گرمی میں اس پر سوار ہو کر آجایا کریں۔

((قَالَ مَا يَسُرُّنِيْ أَنَّ مَنْزِلِي إِلَى جَنْبِ الْمَسْجِدِ إِنِّي أُرِيْدُ أَنْ يُّكْتَبَ لِي مَمْشَايَ إِلَى الْمَسْجِدِ وَرُجُوْعِي إِذَا رَجَعْتُ إِلَى أَهْلِي فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَدْ جَمَعَ اللّٰهُ لَكَ ذٰلِكَ كُلَّهُ")) ②

اس نے کہا کہ مجھے تو یہ بھی پسند نہیں کہ میرا گھر مسجد کے پہلو میں ہو میں تو چاہتا ہوں کہ میرا مسجد کی طرف چل کر جانا اور جب میں اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ کر آؤں تو میرا لوٹنا لکھا جائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”یقیناً اللہ نے تیرے لئے یہ سب جمع فرما دیا ہے۔“

ایسے ہی لوگوں کے متعلق ارشاد ہے: ”رجل قلبه معلق في المساجد“ کہ جن لوگوں کا دل مسجد میں لگا رہتا ہے قیامت کے دن وہ عرش الٰہی کے سایہ میں ہوں گے الٰہی ہم گناہ گاروں کو بھی یہ ہی جذبہ عطا کر دے

---

① صحيح مسلم كتاب المساجد' باب المشى الى الصلوة

② صحيح مسلم كتاب المساجد باب فضل كثرة الخطا إلى المساجد ح ۶۶۳

اللہ کی خاطر آپس میں محبت کرنے والے

قیامت کی سختیوں میں اللہ کے عرش کا سایہ پانے والے خوش نصیب لوگوں میں سے چوتھا گروہ ان لوگوں کا ہے جو آپس میں اللہ کی رضا کیلئے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اس کی وجہ سے جمع ہوتے ہیں اور اسی کی رضا کیلئے جدا ہوتے ہیں۔ حدیث کے الفاظ یوں ہیں:

((رَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللّٰهِ اِجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ))

مطلب یہ ہے کہ دو آدمیوں کی آپس میں محبت ہے لیکن وہ دنیاوی محبت نہیں کہ انہیں ایک دوسرے سے کوئی مفاد ہو یا کوئی دنیاوی غرض ہو یا کوئی ذاتی مقصد ہو بلکہ ایسی پرخلوص محبت ہے جس کی بنیاد خالص رضائے الٰہی اور اطاعت رسول اللہ ﷺ ہے۔ دنیاوی رشتوں اور ذاتی اغراض سے بالاتر صرف ایمانی محبت ہے: وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ اگر خدانخواستہ کبھی اس محبت کو خیرآباد کہہ کے جدائی کی نوبت آ جائے تو اس کی بنیاد بھی رضائے الٰہی ہو۔ یہ کام بڑا مشکل ہے اس لیے اللہ رب العزت نے اس کا اجر بھی بہت عظیم رکھا ہے اس کی وضاحت میں مسلم کی ایک روایت درج کی جاتی ہے:

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ (رضی اللہ عنہ) قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: أَيْنَ الْمُتَحَابُّوْنَ بِجَلَالِي؟ اَلْيَوْمَ أُظِلُّهُمْ فِي ظِلِّي يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلِّي۔)) [1]

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائیں گے میری عظمت و جلالت کیلئے باہم محبت کرنے والے کہاں ہیں؟ آج میں ان کو اپنے سائے میں جگہ دوں گا جس دن

[1] صحیح مسلم کتاب البر والصلہ' باب فضل الحب فی اللہ' ح ۲۵۶۶

میرے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں۔

یہ حدیث قدسی ہے ہاں وہ شخص بڑا ہی خوش نصیب ہو گا جسے بروز محشر اللہ رب العزت خود ڈھونڈ کے عزت وعظمت سے نوازیں گے وہ حساب کتاب کی سختیوں سے بھی محفوظ ہو گا اور جنت کا بھی حقدار ہو گا۔ ایک روایت میں ہے کہ ایسے لوگ نور کے منبروں پر ہوں گے۔

((عَنْ مُعَاذٍ (رضی اللہ عنہ) قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: اَلْمُتَحَابُّوْنَ فِي جَلَالِي لَهُمْ مَنَابِرُ مِنْ نُوْرٍ يَغْبِطُهُمُ النَّبِيُّوْنَ وَالشُّهَدَاءُ۔)) ①

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میری جلالت وعظمت کی خاطر باہم محبت کرنے والے کہاں ہیں۔ ان کیلئے نور کے منبر ہیں (جس پر وہ بیٹھیں گے) ان پر انبیاء اور شہداء بھی رشک کریں گے۔

فائدہ: انبیا کے رشک کرنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ انہیں انبیاء سے بھی زیادہ اونچا مقام ملے گا بلکہ سب سے اونچے مقام پر تو انبیاء ہی فائز ہوں گے تاہم باہم اللہ کے لئے محبت کرنے والوں کو بہت ہی اونچا مقام حاصل ہو گا جسے انبیاء بھی دیکھ کر خوش ہوں گے۔

اللہ کا محبوب بننے کا طریقہ

جو دو مسلمان ایک دوسرے سے اللہ کی خاطر محبت کرتے ہیں تو وہ اللہ کے بھی محبوب بن جاتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''ایک آدمی کسی دوسری بستی میں اپنے بھائی کی زیارت کرنے کیلئے گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے راستے میں ایک فرشتے کو بٹھا دیا جو اس کا انتظار کرتا تھا جب وہ شخص اس کے پاس سے گزرا تو فرشتے نے پوچھا: تم کہاں جا رہے ہو؟

① (صحیح) جامع ترمذی، ابو اب الزهد، باب ماجاء فی الحب فی الله، ح ۲۳۹۰

اس نے کہا اس بستی میں میرا بھائی رہتا ہے اسکے پاس جا رہا ہوں۔ فرشتے نے پوچھا: کیا اس کا تم پر کوئی احسان ہے جس کی وجہ سے تم یہ تکلیف اٹھا رہے ہو اور اس کا بدلہ اتارنے جا رہے ہو؟ اس نے کہا: نہیں، صرف اسلئے جا رہا ہوں کہ اس سے اللہ کیلئے محبت کرتا ہوں اس پر فرشتے نے کہا:

((فَاِنِّی رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكَ بِاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَبَّكَ كَمَا أَحْبَبْتَهُ فِیْهِ۔)) ①

"میں تیری طرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا گیا ہوں (اور یہ بتانے آیا ہوں) کہ اللہ تعالیٰ بھی تجھ سے محبت کرتے ہیں جیسے تو اس (بھائی) سے صرف اللہ کیلئے محبت کرتا ہے۔"

اس حدیث مبارک سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ اللہ کیلئے ایک دوسرے سے محبت کرنے والے اللہ کے محبوب بن جاتے ہیں۔ آج دنیا میں کوئی محبّ اپنے محبوب کو ذرا بھر تکلیف میں برداشت نہیں کرتا۔ کیا اللہ رب العزت قیامت کے روز ان لوگوں کو تکلیف میں دیکھنا گوارا کریں گے جو ان کے محبوب ہیں؟

دوسرا اس حدیث سے یہ مسئلہ بھی اخذ ہوتا ہے کہ جو شخص دوسرے بھائی سے اللہ کیلئے محبت کرتا ہے۔ اللہ خود اس کا بن جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ اللہ والوں کی یہ نشانی ہے وہ دوسرے بھائیوں سے صرف اللہ کی رضا کیلئے محبت کرتے ہیں ان سے ملتے ہیں ان کے پاس بیٹھتے ہیں ان کی پریشانیوں میں خود بھی غمگین ہوتے ہیں اور ان کی خوشیوں میں خود بھی خوش ہوتے ہیں یہی لوگ اللہ والے ہیں۔ اس مضمون سے متعلقہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے موطا میں ایک روایت نقل کی ہے۔

حضرت ابو ادریس خولانی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں دمشق کی مسجد میں گیا تو دیکھا کہ ایک جوان آدمی جس کے اگلے دانت خوب چمکیلے ہیں اس کے پاس لوگ بیٹھے ہوئے ہیں جب وہ آپس میں کسی چیز کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں تو اس کے حل

① صحیح مسلم کتاب البر والصلہ، باب فضل الحب فی اللہ، ح ۲۵۶۷

کیلئے اس سے سوال کرتے ہیں اور اپنی رائے سے رجوع کر کے اس کی رائے کو قبول کر لیتے ہیں چنانچہ میں نے اس نوجوان کے بارے میں پوچھا کہ یہ کون ہے؟ تو مجھے بتایا گیا کہ یہ صحابی (رسول اللہ ﷺ) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہیں جب اگلا دن ہوا تو میں صبح سویرے ہی مسجد میں آ گیا میں نے دیکھا کہ جلدی آنے میں بھی وہ مجھ سے سبقت لے گئے ہیں اور میں نے انہیں وہاں نماز پڑھتے ہوئے پایا پس میں ان کا انتظار کرتا رہا یہاں تک کہ وہ اپنی نماز سے فارغ ہو گئے میں ان کے سامنے کی طرف سے ان کے پاس آیا انہیں سلام عرض کیا اور پھر کہا ''اللہ کی قسم میں آپ سے اللہ کیلئے محبت کرتا ہوں۔''

انہوں نے کہا: کیا واقعی؟ میں نے کہا: واقعی اللہ کی قسم۔

پس انہوں نے مجھے میری چادر کے کنارے سے پکڑا اور اپنی طرف کھینچتے ہوئے فرمایا: خوش ہو جا کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

((قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَجَبَتْ مَحَبَّتِي لِلْمُتَحَابِّيْنَ فِيَّ وَالْمُتَجَالِسِيْنَ فِيَّ وَالْمُتَزَاوِرِيْنَ فِيَّ ' وَالْمُتَبَاذِلِيْنَ فِيَّ))[1]

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میری محبت واجب ہو گئی ان کیلئے جو میرے لئے آپس میں محبت کرتے ہیں میرے لئے ایک دوسرے سے ہم نشینی کرتے ہیں اور میرے لئے ایک دوسرے سے ملاقاتیں کرتے ہیں اور میرے لئے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں۔

لہٰذا اگر کوئی چاہتا ہے کہ اللہ اس سے محبت کرے اور وہ اللہ کا محبوب بن جائے تو وہ اپنے دوست سے اللہ کی خاطر محبت کیا کرے اللہ رب العزت قیامت کے دن اس سے عزت والا معاملہ رکھیں گے قیامت کی ہنگامہ خیز گرمی میں اسے نہ حساب و کتاب کا ڈر ہو گا اور نہ وہ غمگین ہو گا اور جو اللہ کا محبوب بن جائے اللہ رب العزت اس سے محبت کریں تو وہ آدمی صرف آخرت میں ہی سرخرو نہیں ہوتا بلکہ دنیا میں بھی اللہ رحیم کریم

---

[1] (صحیح) موطا امام مالك ' كتاب الجامع باب ما جاء في المتحابين في الله

اسے عزت سے نواز دیتے ہیں۔ بخاری شریف کی روایت ہے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِذَا أَحَبَّ اللّٰهُ تَعَالٰى الْعَبْدَ نَادَى جِبْرِيْلَ : إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُحِبُّ فُلَانًا ، فَأَحْبِبْهُ ، فَيُحِبُّهُ جِبْرِيْلُ فَيُنَادِي فِي أَهْلِ السَّمَاءِ ، إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبُّوْهُ ، فَيُحِبُّهُ أَهْلُ السَّمَاءِ ، ثُمَّ يُوضَعُ لَهُ الْقَبُوْلُ فِي الْأَرْضِ))①

جب اللہ تعالیٰ بندے سے محبت فرماتے ہیں تو جبریل کو بتلا دیتے ہیں کہ وہ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے پس تو بھی اس سے محبت کر، پس جبریل علیہ السلام اس سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں پھر جبریل علیہ السلام آسمان والوں (فرشتوں) میں منادی کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو پس آسمان والے اس سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں پھر اس شخص کیلئے زمین میں قبولیت رکھ دی جاتی ہے یعنی اہل زمین میں بھی وہ مقبول ومحبوب ہو جاتا ہے۔

تو ایسا شخص گویا پھر اللہ ہی کا محبوب نہیں رہتا بلکہ اہل آسمان واہل زمین، سب ہی کا محبوب بن جاتا ہے۔ نیک لوگوں کے دل میں اسکی محبت پیدا ہو جاتی ہے اور اس سارے مقام ومرتبہ اور قدر ومنزلت کی وجہ کیا ہے؟ وہ اپنے بھائی سے اللہ کی رضا کیلئے محبت کرتا ہے۔

مسئلہ: جو آدمی دوسرے بھائی سے محبت کرتا ہے اسے اس آدمی کو بتا دینا چاہیے جس سے وہ محبت کرتا ہے۔ اس ضمن میں دو حدیثیں پیش کی جارہی ہیں:

١ ((عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَجُلًا كَانَ عِنْدَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَمَرَّ رَجُلٌ بِهِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّي لَأُحِبُّ هٰذَا فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم أَعْلَمْتَهُ ؟ قَالَ لَا : قَالَ : أَعْلِمْهُ فَلَحِقَهُ فَقَالَ إِنِّي أُحِبُّكَ فِي اللّٰهِ فَقَالَ :

① صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکۃ ح ۳۲۰۹

اَحبَّكَ الَّذِي أَحْبَبْتَنِي لَهُ)) ①

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک اور آدمی وہاں سے گزرا۔ آپ کے پاس بیٹھے ہوئے شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں یقیناً اس گزرنے والے شخص سے محبت کرتا ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کیا تو نے اس کو بتایا ہے؟ اس نے کہا: نہیں! آپ نے ارشاد فرمایا: اس کو بتلا' چنانچہ وہ شخص تیزی سے اس کے پاس گیا اور اس سے کہا میں تجھ سے اللہ کیلئے محبت کرتا ہوں اس نے جواب میں کہا وہ اللہ تجھ سے محبت کرے جس کیلئے تو نے مجھ سے محبت کی ہے۔

② ((عَنْ أَبِي كَرِيمَةَ الْمِقْدَادِ بْنِ مَعْدِيكَرِبَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ إِذَا أَحَبَّ الرَّجُلُ أَخَاهُ فَلْيُخْبِرْهُ أَنَّهُ يُحِبُّهُ)) ②

"حضرت ابو کریمہ بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی اپنے بھائی سے محبت کرے تو اسے چاہیے کہ اسے بتلا دے کہ وہ اس سے محبت کرتا ہے۔"

اطلاع دینے میں حکمت یہ ہے کہ دوسرا شخص بھی آگاہ ہو جائے تاکہ یہ محبت دوطرفہ ہو جائے اور دونوں ایک دوسرے سے محبت اور تعاون کریں۔

الٰہی! ہمیں ان خوش نصیب لوگوں میں شامل فرمالے ہمارے دلوں سے حسد بغض کینے و کدورت دور کر کے دوسرے مسلمان بھائیوں سے خیر خواہی اور محبت کے جذبات بھر دے۔

---

① حسن سنن ابی داؤد کتاب الادب' باب اخبار الرجل الرجل محبته إياه ح ۵۱۲۵

② حسن سنن ترمذی' ابواب الزهد' باب ما جاء في اعلام الحب

برائی کی دعوت پہ منہ موڑ لینے والا

اللہ تعالیٰ کے عرش کا سایہ پانے والے خوش بخت حضرات میں سے پانچویں قسم کے لوگوں میں وہ نیک اور پاکباز مرد ہے جسے کوئی خوبصورت اور معزز عورت برائی کی دعوت دیتی ہے لیکن وہ منہ موڑتے ہوئے کہہ دیتا ہے ''مجھے اللہ سے ڈر لگتا ہے'' حدیث کے الفاظ یوں ہیں:

((رَجُلٌ دَعَتْهُ اِمْرَأَة'' ذَاتَ مَنْصَبٍ وَ جَمَالٍ فَقَالَ اِنِّی اَخَافُ اللّٰہَ))

''وہ مرد جسے حسب نسب والی خوبصورت عورت دعوت گناہ دے لیکن وہ کہہ دے میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔''

اس حدیث مبارک سے درج ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

حدیث میں ''اِمْرَأَة'' ذَاتَ مَنْصَبٍ'' کے الفاظ استعمال ہوئے جس کا مطلب ہے کہ برائی کی دعوت دینے والی عورت معزز بھی ہے اور صاحب جمال بھی ہے۔ اس لیے کہ بعض بازاری عورتیں ہوتی ہیں' ایسی گندی عورتوں سے تو ہر کوئی دامن بچا کے گزرتا ہے کہ کہیں اس کی برائی کے چھینٹے مجھے رسوا نہ کر دیں مگر جب عورت بھی بازاری نہ ہو' خاندانی اور حسن و جمال والی ہے' ایسے میں بڑے بڑے پارسا بھی بہک جاتے ہیں' اس وقت اللہ گناہ سے بچنے کی توفیق دے دے تو یہ کمال ہے' ایسے باکمال کام کا اجر بھی عظیم ہے۔

اسی طرح اس حدیث میں الفاظ استعمال ہوئے ہیں: ''فقال انی اخاف اللّٰہ'' ''وہ کہے میں اللہ سے ڈرتا ہوں''۔ یعنی اللہ کے خوف اور ڈر کی قید لگائی گئی ہے۔ اس لئے کہ بہت سے مرد اور بہت سی عورتیں زنا کاری سے اللہ کے خوف سے نہیں بچتے بلکہ اس وجہ سے وہ یہ کام نہیں کرتے کہ اس سے ان کی شرافت پر حرف آتا ہے یا دوسرے

مطلع ہو سکتے ہیں۔ ظاہر ہے ان کا زنا سے باز رہنا اللہ کے خوف اور ڈر سے نہیں ہوتا بلکہ اس لئے ہوتا ہے کہ شرافت پر حرف نہ آئے یا لوگ مطلع نہ ہوں اللہ کے عرش کا سایہ صرف اسے نصیب ہوگا جو خوف الٰہی سے ان کاموں سے رک جاتا ہے۔ افادہ کی غرض سے اس مضمون سے متعلق ایک واقعہ درج کیا جا رہا ہے:

امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ ایک خوبصورت نوجوان عالم تھے۔ شروع شروع میں آپ بزاز کا کام کیا کرتے تھے اور کپڑوں کی گٹھری کندھے پر ڈال کر گلی گلی گھوم کر فروخت کیا کرتے تھے۔ آپ کا گزر ایک ایسی گلی سے ہوا جہاں ایک بیوہ امیر زادی رہا کرتی تھی۔ اس کی باندیوں کو مالکہ کی نیت بد کا پتہ تھا۔ اس کیلئے وہ ایسے نوجوان تلاش کیا کرتی تھیں۔ باندیوں نے مالکہ کو اطلاع دی کہ ایک بڑا خوبصورت نوجوان اس گلی میں کپڑا فروخت کرنے آیا ہے۔ اس نے ایک لونڈی کو بھیج کر امام صاحب کو ادھر بلوایا۔ امام صاحب کے حسن و جمال کو دیکھ وہ فریفتہ ہوگئی اور کپڑا خریدنے کی بجائے لگاوٹ و محبت کی باتیں کرنے لگی۔ امام صاحب نے زنا کی مذمت پر وعظ و تلقین فرمائی پھر بھی اس پر مطلق اثر نہ ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے امام موصوف کے دل میں ایک نئی ترکیب پیدا فرما دی۔ امام صاحب نے ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت اس سے کہا مجھے سخت پاخانہ لگا ہوا ہے مجھے رفع حاجت کی جگہ بتا دو۔ آپ جب قضائے حاجت کے لئے اس بالا خانے سے نیچے اترے تو باورچی خانے کی وہ نالی جو گھر سے باہر جاتی تھی اس کی سیاہ کیچڑ کو اپنے تمام لباس اور چہرے پر مل لیا اور اس ہیئت میں اس کے سامنے آ گئے۔ اس نے یہ حرکت و کیفیت دیکھی تو اس کا دل آپ سے اچاٹ ہو گیا۔ امام موصوف اپنی گٹھری اٹھا کر باہر نکل گئے اور اللہ کا شکر ادا کیا۔ ①

ایسے ہی لوگوں کے بارے میں نبی ﷺ نے قیامت کے دن عرش الٰہی کا سایہ پانے کی بشارت دی ہے۔

① ایمان و عمل ص ۴۵۴، عبدالرئوف رحمانی

پرانی محبت کو چھوڑ دیا:

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد اور وہ ان کے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص جس کا نام مرثد بن ابی مرثد تھا وہ قیدیوں کو مکہ سے مدینہ پہنچایا کرتا تھا۔ مکہ میں ایک زانیہ عورت تھی، جس کا نام عناق تھا وہ اس کی دوست تھی۔ مرثد نے مکہ کے قیدیوں میں سے ایک سے وعدہ کیا ہوا تھا کہ وہ اسے مدینہ پہنچائے گا۔ مرثد کہتے ہیں کہ میں (مکہ) آیا اور ایک دیوار کی اوٹ میں ہوگیا۔ چاندنی رات تھی کہ اتنے میں عناق آئی اور دیوار کے ساتھ میرے سائے کی سیاہی کو دیکھ لیا۔ جب میرے قریب پہنچی تو پہچان گئی اور کہنے لگی کہ تم مرثد ہو؟ میں نے کہا ہاں مرثد ہوں۔ کہنے لگی اھلاً ومرحبا (خوش آمدید) آج کی رات ہمارے یہاں قیام کرو۔ مرثد فرماتے ہیں کہ میں نے کہا عناق، اللہ تعالیٰ نے زنا کو حرام قرار دیا ہے، اس نے زور سے کہا: خیمے والو! یہ آدمی تمہارے قیدیوں کو لے جاتا ہے۔ چنانچہ آٹھ آدمی میرے پیچھے دوڑے۔ میں خندمہ (ایک پہاڑ) کی طرف بھاگا اور وہاں پہنچ کر ایک غار دیکھا اور اس میں گھس گیا۔ وہ لوگ آئے اور میرے سر پر کھڑے ہوگئے اور وہاں پیشاب بھی کیا جو میرے سر پر گرنے لگا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں مجھے دیکھنے سے اندھا کردیا اور وہ واپس چلے گئے۔ پھر میں اپنے قیدی ساتھی کے پاس گیا اور اسے اٹھایا، وہ کافی بھاری تھا، میں اسے لے کر اذخر کے مقام تک پہنچا۔ پھر اس کی زنجیریں توڑیں اور اسے پیٹھ پر لادلیا، وہ بھاری ہونے کی وجہ سے مجھے تھکا دیتا تھا، یہاں تک کہ میں مدینہ میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا:

((یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَنْکِحُ عَنَاقًا فَاَمْسَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَلَمْ یَرُدَّ عَلَیَّ شَیْئًا حَتّٰی نَزَلَتْ اَلزَّانِیْ لَایَنْکِحُ اِلَّا زَانِیَةً اَوْمُشْرِکَةً وَالزَّانِیَةُ لَایَنْکِحُهَا اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَامَرْثَدُ الزَّانِیْ لَایَنْکِحُ اِلَّا زَانِیَةً اَوْمُشْرِکَةً وَالزَّانِیَةُ لَایَنْکِحُهَا اِلَّا

زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ فَلَا تَنْكِحْهَا۔)) ①

''یارسول اللہ ﷺ میں عناق سے نکاح کروں گا۔ آپ ﷺ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ یہاں تک کہ یہ آیات نازل ہوئی ﴿اَلزَّانِیْ لَایَنْكِحُ......الآیة﴾ (بدکار مرد نہیں نکاح کرتا مگر بدکار عورت سے یا مشرکہ سے اور بدکار عورت سے نکاح نہیں کرتا مگر بدکار مرد یا مشرک اور یہ حرام ہوا ہے ایمان والوں پر۔ النور۔ آیت ۳) اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس سے نکاح نہ کرو۔''

عناق نامی عورت مرثد کی پرانی محبت تھی، مرثد کو اس سے شناسائی اور الفت تھی اور عورت خود اسے اپنی طرف بلا رہی تھی، ایسے موقع پر ایمان کا امتحان ہوتا ہے جس میں مرثد کامیاب ٹھہرے۔

شریعت اسلامیہ نے جس طرح بھوک پیاس کو ختم کرنے کے لیے حلال وحرام چیزوں کے پیمانے وضع کردیئے ہیں، بالکل ایسے ہی جنسی بھوک کو مٹانے کے لیے بھی راہیں متعین کردی ہیں، ان راستوں سے ہٹ کر جو بھی راستہ جنسی لذت کے لیے اختیار کیا جائے گا وہ گناہ کی دلدل میں لے جائے گا شریعت نے جنسی بھوک مٹانے کے لئے دو ہی ذریعے اختیار کرنے کا حکم دیا ہے، یعنی بیوی اور لونڈی ان کے علاوہ باقی سب راستے حدود سے تجاوز ہیں، اس بات کی وضاحت قرآن حکیم نے ان الفاظ میں کی ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَامَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝﴾ (المومنون:۵ تا ۷)

''اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں، سوائے اپنی بیویوں اور کنیزوں کے، جو ان کے قبضہ میں ہیں ان کے معاملے میں ان پر کوئی ملامت نہیں، البتہ ان کے سوا جو کوئی اور ذریعہ چاہے تو ایسے ہی لوگ حد سے بڑھنے والے ہیں۔''

زناکاری اور نظر بازی بندے کے دل سے ایمانی نور کو ختم کردیتی ہے اور

① ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورة النور قال الشیخ الالبانی حسن الاسناد

روحانیت سے اس کا رشتہ کمزور پڑ جاتا ہے اور نفس امارہ کی سرکشیاں بڑھنے سے بندہ نفس اور خواہشات کا غلام بن کر رہ جاتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کے ڈر سے بندہ برائی سے رک جائے، تو اللہ کی رحمت اس پر مہربان ہو جاتی ہے اور وہ کس قدر خوش نصیب آدمی ہے جو برائی کے قریب پہنچ تو اللہ کے ڈر سے توبہ کر لے ایسے بندے کے لئے آخرت میں انعامات تو ہیں ہی دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ اس کے لیے آسانیاں پیدا فرما دیتے ہیں۔ ذیل کی مثال اس بات کی دلیل ہے:

زنا سے توبہ پر دنیا میں آسانی:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''تم سے پہلے زمانہ میں تین آدمی ایک ساتھ روانہ ہوئے، رات کو پہاڑ کی ایک غار میں گھس گئے، جب سب غار میں چلے گئے تو ایک پتھر پہاڑ سے لڑھک کر آیا جس نے غار کا منہ بند کر دیا، ان تینوں نے کہا کوئی چیز تمہیں اس پتھر سے رہائی نہیں دلا سکتی۔ مگر ایک ذریعہ ہے کہ ہم اپنی اپنی نیکیوں کو بیان کر کے اللہ سے دعا کریں، چنانچہ ان میں سے ایک نے کہا: اے اللہ! میرے والدین بہت بوڑھے تھے، میں ان سے پہلے کسی کو دودھ نہیں پلاتا تھا، نہ اپنے بال بچوں کو اور نہ ہی لونڈی غلاموں کو۔ ایک دن کسی چیز کی تلاش میں مجھے اتنی دیر ہو گئی کہ جب میں ان کے پاس آیا تو وہ سو گئے تھے تو میں نے دودھ دھویا اور اس کا برتن اپنے ہاتھ میں اٹھا لیا اور مجھے یہ سخت ناگوار تھا کہ ان سے پہلے میں اپنے اہل وعیال یا لونڈی غلاموں کو دودھ پلاؤں، لہٰذا میں پیالہ ہاتھ میں لیے ان کے بیدار ہونے کا انتظار کرتا رہا، جب صبح ہوئی تو دونوں نے بیدار ہو کر دودھ نوش فرمایا: اے اللہ! اگر میں نے یہ کام خالص تیری رضا جوئی کے لیے کیا ہے تو ہم کو اس مصیبت سے نجات دے دے، چنانچہ وہ پتھر تھوڑا سا اپنی جگہ سے ہٹ گیا، لیکن وہ اس سے نکل نہ سکتے تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اب دوسرا شخص یوں کہنے لگا: اے اللہ! میرے چچا کی ایک بیٹی تھی، جو مجھے سب سے زیادہ پیاری تھی۔ میں نے اس سے برے کام کی خواہش کی،

لیکن وہ راضی نہ ہوئی، ایک سال قحط پڑا تو میرے پاس آئی، میں نے اس کو ایک سو بیس اشرفیاں اس شرط پر دیں کہ وہ مجھے بدکاری کرنے دے۔ وہ راضی ہوگئی، لیکن جب مجھے اس پر قدرت حاصل ہوئی تو کہنے لگی کہ میں تجھے ناحق انگوٹھی میں نگینہ ڈالنے کی اجازت نہیں دیتی۔ یہ سن کر میں نے بھی اس بات کو گناہ سمجھا اور اس سے الگ ہوگیا، حالانکہ وہ مجھے سب سے زیادہ محبوب تھی اور میں نے جو سونا اسے دیا تھا وہ بھی چھوڑ دیا۔ اے اللہ! اگر میں نے یہ کام محض تیری رضا جوئی کے لیے کیا ہے تو جس مصیبت میں ہم مبتلا ہیں اس کو دور کردے۔ چنانچہ وہ پتھر تھوڑا سا اور سرک گیا، مگر وہ اس سے نکل نہیں سکتے تھے۔

نبی ﷺ نے فرمایا: ''اب تیسرے شخص نے کہا: اے اللہ! میں نے کچھ لوگوں کو مزدوری پر لگایا تھا اور ان کو ان کی مزدوری بھی دی تھی لیکن ایک شخص اپنی مزدوری کے بغیر چلا گیا، میں نے اس کی رقم کو کام میں لگایا، جس سے بہت سا مال حاصل ہوا، ایک مدت کے بعد وہ مزدور آیا اور کہنے لگا: اے اللہ کے بندے! مجھے میری مزدوری دے دے۔ میں نے کہا تو یہاں جتنے اونٹ گائے، بکریاں دیکھ رہا ہے، یہ سب کے سب تیری مزدوری کے ہیں۔ اس نے کہا: اے اللہ کے بندے! مجھ سے مذاق نہ کر۔ میں نے کہا ایسی کوئی بات نہیں، میں تیرے ساتھ مذاق نہیں کرتا ہوں۔ تب اس نے تمام چیزیں لیں اور ہانک کر لے گیا اور اس میں سے کچھ بھی نہ چھوڑا۔ اے اللہ! اگر میں نے یہ کام محض تیری خوشنودی کے لیے کیا تھا تو یہ مصیبت ہم سے ٹال دے۔ جس میں ہم مبتلا ہیں۔ چنانچہ وہ پتھر بالکل ہٹ گیا اور وہ اس سے باہر نکل کر مزے سے چلنے لگے۔ [1]

زنا کے بالکل قریب پہنچ کے اسے اللہ کے ڈر سے چھوڑ دینے کا یہ اجر تھا کہ اللہ نے دنیا میں یوں آسانی کی کہ موت کے منہ سے بچا لیا، زنا کاری بندے کی آنکھوں سے شرم وحیا کو چھین کے اسے بے شرمی و بے غیرتی کے گڑھے میں گرا دیتی ہے اور اس کا اثر نسلوں پر پڑتا ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ایسے عیاش آدمی سے کلام تک نہیں

[1] مختصر بخاری، کتاب الاجارہ، باب من استاجر أجیرا فترك اجرہ فعمل فیه المستاجر فزاد

کریں گے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ شَيْخٌ زَانٍ وَمَلِكٌ كَذَّابٌ وَعَائِلٌ مُسْتَكْبِرٌ)) ①

''قیامت کے روز اللہ تعالیٰ تین آدمیوں سے نہ کلام کرے گا نہ انہیں پاک کرے گا اور ان کیلئے دردناک عذاب ہوگا۔ ① بوڑھا زانی ② جھوٹا بادشاہ ③ مغرور فقیر۔''

برائی سے منہ موڑنے والا تو رب تعالیٰ کی نظروں میں مقام حاصل کرلیتا ہے اور بدکاری کرنے والا خود کو رب کی نظروں سے گرا لیتا ہے اور بندوں کے ہاں بھی اس کا کوئی مقام نہیں رہتا اور جس طرح زنا کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ رب تعالیٰ کا ڈر ہے، جو اس برائی کی جانب بڑھتے ہوئے قدموں کو روک دیتا ہے اور اس کے ضمیر کو بیدار کر کے شرمندگی کے آنسو برسانے پر مجبور کر دیتا ہے ایسے ہی کچھ عوامل ومحرکات ایسے ہیں جو زنا کے لیے راستے کو ہموار کرتے ہیں، ہم ان میں سے چند عوامل مختصر طور پر ذیل میں درج کررہے ہیں:

❶ شادی کروانا:

شادی میں تاخیر کرنا ایک نوجوان کے ایمان کے لیے انتہائی نقصان دہ ہے۔ جوانی میں شہوانی جذبات کو کنٹرول کرنے کے لیے شادی ہی بہترین علاج ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نوجوانوں کی جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا:

((يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَ ةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ اَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَاَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ)) ②

① صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان غلظ تحریم اسبال الازار والمن بالعطیة وتنفیق السلعة بالحلف

② صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب من لم یستطع الباء ة فلیصم:۵۰۶۶

''اے جوانو! جو شخص تم میں سے شادی کی طاقت رکھتا ہے وہ تو ضرور شادی کرے، کیونکہ شادی نظر کو زیادہ جھکانے والی اور شرمگاہ کو زیادہ محفوظ رکھنے والی ہے اور جو طاقت نہ رکھتا ہو تو وہ روزے کو لازم پکڑے۔ یہ روزے اس کے لیے ڈھال بن جائیں گے۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شادی شرمگاہ کو محفوظ رکھنے والی ہے اور شادی نہ ہو تو شرمگاہ محفوظ نہیں اور یہی چیز زنا کا باعث ہے۔ جب جنسی بھوک کو مٹانے والا کوئی ذریعہ موجود نہ ہوگا تو شعلۂ شہوت بندے کو نفس کا غلام بنا دے گا اور شیطان کے لیے ایسے بندے کو بہکانا اور اس پر حملہ کرنا آسان ہو جائے گا اور شہوت کی طاقت کو کمزور کرنے کے لیے آپ ﷺ نے دوسرا طریقہ یہ بیان فرمایا کہ نوجوان روزہ رکھیں جو خواہشات کے حملوں میں ڈھال کا کام دے گا، نبی ﷺ نے نکاح کو اپنی سنت قرار دیا اور اس سے بے رغبتی کرنے والے سے بیزاری کا اظہار کیا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

تین آدمی نبی ﷺ کی ازواج مطہرات کے گھر آئے، انہوں نے نبی ﷺ کی عبادت کے متعلق دریافت کیا، جب انہیں بتایا گیا تو انہوں نے آپ کی عبادت کو بہت کم خیال کیا پھر کہنے لگے ہم آپ کی کب برابری کر سکتے ہیں؟ کیونکہ آپ کے تو اگلے پچھلے سب گناہ معاف کر دیئے گئے ہیں، چنانچہ ان میں سے ایک کہنے لگا میں تو عمر بھر پوری پوری رات نماز پڑھتا رہوں گا، دوسرے نے کہا میں ہمیشہ روزہ دار رہوں گا اور کبھی ناغہ نہیں کروں گا اور تیسرے نے کہا میں تمام عمر عورتوں سے کنارہ کش رہوں گا اور کبھی شادی نہیں کروں، اس گفتگو کی اطلاع جب آپ ﷺ کو ملی تو آپ ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا:

((أَنْتُمُ الَّذِينَ قُلْتُمْ كَذَا وَكَذَا؟ أَمَا وَاللّٰهِ إِنِّي لَأَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ وَأَتْقَاكُمْ لَهُ لٰكِنِّي أَصُومُ وَأُفْطِرُ، وَأُصَلِّي وَأَرْقُدُ، وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي)) [1]

---

[1] مختصر بخاری، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح

''تم لوگوں نے ایسی ایسی باتیں کی ہیں؟ اللہ کی قسم! میں تمہاری نسبت اللہ سے زیادہ ڈرنے والا اور تقویٰ اختیار کرنے والا ہوں لیکن میں روزے بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، رات کو نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں، نیز عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ آگاہ رہو! جو شخص میرے طریقہ سے انحراف کرے گا وہ مجھ سے نہیں۔''

ایک مجرد اور شادی شدہ کی زندگی میں زمین و آسمان کا فرق ہے، شادی جہاں نظر کو جھکانے اور جنسی تحریک کو تسکین دینے والی ہے، وہاں یہ خاصیت بھی رکھتی ہے کہ ذمہ داریوں کا احساس دلاتی ہے اور اولاد و رشتہ داری بندے کے جذباتی پن کو اعتدال پر لے آتی ہے۔

۲ نظر کی حفاظت:

نظر بازی زنا کے راستے پر پہلا قدم ہے، نظر کے راستے سے ہی شیطان دل پر حملہ آور ہوتا ہے، اسی لیے رب تعالیٰ نے سورۃ النور میں مومن مردوں اور عورتوں سے فرمایا:

﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ۭ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ﴾

(آیت: ۳۰۔۳۱)

''اے نبی! مومن مردوں سے کہیے: کہ وہ اپنی نظر نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لیے زیادہ بہتر ہے اور جو کچھ وہ کرتے ہیں، اللہ اس سے باخبر ہے اور مومن عورتوں سے کہیے: کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔''

نظر کے فتنے سے بچنے کے لیے نہ صرف غیر محرم کو دیکھنے سے بچنا چاہیے بلکہ امرد کو بھی دیکھنے سے پرہیز کرے، امرد اس خوبصورت لڑکے کو کہتے ہیں جس کی ابھی داڑھی نہ نکلی ہو، حضرت لوط علیہ السلام کی قوم اسی وجہ سے فتنہ میں مبتلا ہو کر تباہ و برباد ہوئی۔

ہر کہ دل پیش دبرے دارد
ریش در دستِ دیگرے دارد
آہوئے پالہنگ در گردن
نتواند بخویشتن رفتن

''جو شخص دل معشوق کے سامنے رکھتا ہے، داڑھی دوسرے کے ہاتھ میں رکھتا ہے، گلے میں پٹا پڑا ہوا ہرن، اپنے ارادہ سے نہیں چل پھر سکتا۔''

۳ بے پردگی:

انسانی جسم میں سب سے خوبصورت حصہ اس کا چہرہ ہے، اگر چہرے کو ننگا کر کے عورت گھر سے نکلے گی تو اس سے کئی داستانیں جنم لیں گی، مرض عشق کی ابتداء ہی چہرے کے نقوش سے ہوتی ہے، جب نظریں آپس میں چار ہوتی ہیں تو بے حیائی اور زنا کے راستے خود ہی متعین ہو جاتے ہیں۔

برائی کی روک تھام میں تین اہم امور:

معاشرہ میں برائی کا وجود تعفن پیدا کرتا ہے۔ جس کی سڑاند سے نسلیں گھن زدہ ہو جاتی ہیں، برائی اور بے حیائی کے چھینٹے نظریات و خیالات کو بھی آلودہ کر دیتے ہیں، برائی کی روک تھام میں کون سے طریقے اختیار کرنے چاہئیں اس ضمن میں دانشور حضرات اپنے خیالات تحقیق کی روشنی میں پیش کرتے رہے ہیں۔ ہم ذیل میں ایسے ہی ایک دانشور اور سکالر شیخ الحدیث مولانا اسماعیل سلفی رحمہ اللہ کی تحریر پیش کر رہے ہیں، جس میں انہوں نے اس مضمون کو نہایت جامعیت سے بیان کیا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

دنیا میں برائی کو روکنے کے لئے تین امور سے کوشش کی جاتی ہے۔ ❶ قانون ❷ اخلاق ❸ شریعت

① برائی اور گناہ سے معاشرہ کو محفوظ رکھنے کے لیے قانون نافذ کیا جاتا ہے اور اس کی مدد سے برے لوگوں کی سرکوبی کی جاتی ہے۔

② اخلاق کی مدد سے بھی ایک انسان برائیوں سے بچتا ہے، اخلاق فاضلہ انسان کو

فطرت کے تقاضے پر چلاتے ہیں، فطرت جس امر کا تقاضا کرتی ہے، اخلاق قوت اس کو پورا کرتی ہے۔

۴) دین اور شریعت کا بھی یہی کام ہے کہ انسان کو برائی سے روکتی ہے اور نیکی کی ترغیب دیتی ہے، حدیث میں ہے الدين النصيحة ...... دین خیر خواہی کا نام ہے۔ کس کی خیر خواہی؟ اللہ، رسول، عام مسلمانوں اور ان کے پیشواؤں کی۔

انسانی قانون اور شریعت کا ایک ہی کام ہے ''برائی کی روک تھام کرنا'' لیکن دونوں میں ایک بنیادی فرق ہے۔ عام قانون انسان بناتے ہیں جن میں ان کی کئی مصلحتیں بھی ہوتی ہیں۔ انسانوں کی عقل بھی ناقص ہے اور سوچ بھی محدود ہے۔ اس لئے انسانی قانون کی موجودگی میں بھی برائی ہوتی رہتی ہے۔

غور کیجئے ہمارے ملک کا موجودہ قانون زنا کو روکتا ہے، زنا خلاف قانون ہے جرم ہے لیکن بند ہونے کی بجائے بڑھ رہا ہے۔ اس میں انسانی علم کے نقص کا قصور ہے۔ جس نے یہ قانون بنایا ہے اس میں بعض پہلوؤں پر قدغن لگادی گئی ہے اور بعض کو نظر انداز کر دیا گیا ہے، اس وجہ سے ملک میں زنا بند نہیں ہو رہا۔

اسی طرح شراب کا معاملہ ہے تمام بندشوں، قانونی پابندیوں کے باوجود اس کے استعمال میں ہوش رُبا اضافہ ہو رہا ہے۔

قتل، ڈاکہ اور چوری کو دنیا کی تمام حکومتیں روکتی ہیں لیکن انسانی قانون کے نقائص اور چور دروازوں کی وجہ سے ان میں اضافہ ہی اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔

اس کے برعکس دین اور شریعت نے کوئی چور دروازہ اور رخنہ باقی نہیں رکھا بعض لوگوں نے سینہ زوری سے ہی ایسے جرائم کا ارتکاب کیا ہے۔ لیکن جب بھی قانون شریعت کا نفاذ ہوا ہے ان جرائم کا تقریباً خاتمہ ہو گیا۔ شریعت نے ایسے احکام دیئے ہیں کہ زنا پیدا ہی نہ ہو۔ اس مقصد کے لیے عورتوں کو پردہ کا حکم دیا، گھروں میں بلا اجازت آنے پر پابندی لگائی ہے، مرد و زن کا آزادانہ اختلاط روکا ہے، عورتوں کو سفر و حضر میں کس طرح رہنا چاہیے اس کے متعلق بہت سے تفصیلی احکام دیئے ہیں۔ بہتان طرازی

سے منع کیا، بلکہ اس کے لیے سخت سزا مقرر کی۔ مردوں اور عورتوں کو غض بصر اور حفاظت ستر کی تلقین کی ہے۔ اس کے بعد بھی اگر زنا کا کوئی واقعہ ہوتا ہے تو اس پر سخت سزا دی گئی ہے۔، مردوں کی طرح عورتوں کو بھی یہی حکم بعینہٖ ہے۔

﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ﴾

ہر معاشرے میں نیک و بد دونوں طرح کے لوگ موجود رہے ہیں، عورتیں جب گھروں سے کسی کام کی غرض سے نکلیں گی تو ہر قسم کے لوگوں سے سامنا ہوگا۔ اس لیے حکم دیا ہے کہ نظر کی حفاظت کریں۔ نظر شیطان کا تیر ہے، اس کے زہر سے بچنا ضروری ہے۔ شادی بیاہ اور دوسرے اجتماعات میں جہاں مرد موجود ہوں وہاں عورتوں کو خاص احتیاط کرنی چاہیے، نماز کے لیے عورتیں مسجد میں آئیں ان کو اجازت دی ہے۔ اور مردوں کو حکم دیا ''لَاتَمنعوا ماء الله مساجد الله'' اللہ کی بندیوں کو مسجد میں آنے سے مت روکو۔ لیکن اس کے ساتھ عورتوں کو رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ مسجد میں سادہ لباس پہن کر آئیں، زیب و زینت نہ کریں اور خوشبو لگا کر آنے کی سخت مذمت فرمائی ہے، عید کے لیے تمام عورتوں کو حکم دیا کہ عیدگاہ میں پہنچیں لیکن ان پابندیوں کا لحاظ کرتے ہوئے۔ ان تمام مواقع پر غض بصر کا خاص طور پر خیال ہونا چاہیے۔

مردوں کی طرح عورتوں کو بھی غض بصر کے ساتھ ساتھ حفاظت فرج کا حکم دیا ہے، شرمگاہ کی حفاظت سے مراد یہ ہے کہ زنا سے بچیں احادیث میں مذکور ہے کہ اس کے ساتھ حفاظت ستر یہ بھی ہے کہ کسی کے ستر پر نگاہ نہ ڈالی جائے۔ ایک حدیث میں ہے کہ کوئی مرد کسی مرد کے ستر کو اور کوئی عورت کسی عورت کے ستر کو نہ دیکھے۔ مخالف صنف کے ستر کو دیکھنا اور بھی زیادہ قبیح ہے۔ اس معاملہ میں یہاں تک حکم ہے کہ تنہائی میں بھی کوئی آدمی ننگا نہ بیٹھے کیونکہ فرشتے ہر وقت ساتھ ہوتے ہیں، صرف رفع حاجت اور بیویوں کے پاس جانے کے وقت الگ ہوتے ہیں۔

﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾

''اور نہ ظاہر کریں اپنی زینت مگر جو ظاہر ہے اس میں سے۔''

عورتوں کی زینت اچھا لباس اور سنگھار وغیرہ ہے اور عورتوں کے لیے یہ فطرت کا ایک تقاضا ہے لیکن اس کی نمائش سے پوری سختی سے منع کیا گیا ہے۔

زینت میں کپڑے، زیور، چہرہ کے خدوخال، سر کے بال اور ان کی ساخت، پاؤں کی زینت اور بناؤ سنگھار وغیرہ شامل ہیں۔ ان میں سے کسی چیز کو بھی غیر محرم کے ساتھ ظاہر کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ برقعہ اور چادر جو کہ پردہ کے لیے استعمال کی جاتی ہے وہ زینت میں شامل نہیں لیکن ان کو بھی مزین نہیں کرنا چاہیے بلکہ سادہ رکھنا چاہیے۔

غض بصر، حفاظت ستر اور زینت کے چھپانے پر اگر مکمل عمل کیا جائے تو زنا تقریباً ختم ہوسکتا ہے، جن علاقوں میں آج بھی پردہ اور حیا کا یہ چلن باقی ہے وہاں زنا اور بدفعلی بے حد کم ہے لیکن جن ملکوں میں ان کی پابندی کو ختم کردیا گیا ہے وہاں بداخلاقی ایک وبا کی طرح پھیل چکی ہے، امریکہ اور یورپ کے حالات اس پر شاہد ہیں۔ اب تو وہاں کا سنجیدہ طبقہ اور اہل علم حرامی بچوں کے تناسب میں روز بروز کے اضافہ سے چیخ اٹھے ہیں اور عفیف عورتوں کی شدید کمی بلکہ فقدان ان کے لیے سوہان روح بن گیا ہے، اس صورت حال کا پیدا ہونا غض بصر سے اغماض کا نتیجہ ہے اور پردہ کو ترک کرنے کی سزا۔

اور شریعت میں یہ بتا دیا گیا ہے کہ ایک عورت کن لوگوں کے سامنے زینت کا اظہار کرسکتی ہے ان لوگوں کے علاوہ ایک مسلمان عورت کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے کے سامنے زینت کے ساتھ پھرے خواہ وہ رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو، اس معاملہ میں ہم غفلت اور چشم پوشی کا شکار ہوچکے ہیں اور اس کے برے اثرات ونتائج بھی ظاہر ہورہے ہیں۔ اس لیے ضروری ہے ہر عورت اس معاملہ کو پوری طرح سمجھے اور اس پر عمل پیرا ہو۔ وہ رشتہ دار حسب ذیل ہیں، جن کے سامنے ایک عورت اظہار زینت کرسکتی ہے: ❶ خاوند ❷ باپ، دادا اور نانا۔ ❸ خاوند کا باپ اور اس کا دادا ونانا۔ ❹ بیٹے ❺ خاوندوں کے بیٹے ❻ بھائی سگے اور سوتیلے دونوں ❼ بھائیوں کے بیٹے ❽ بہنوں کے بیٹے۔ مخنث (ہیجڑے) اس میں شامل نہیں ہیں۔

مدینہ میں پہلے ان لوگوں کو گھروں میں جانے کی عام اجازت تھی لیکن بعد میں رسول اللہ ﷺ نے منع کر دیا۔

اور ہاتھ پاؤں ہلا کر زیور کی جھنکار پیدا کرنا، کپڑوں کو اٹھا کر نمائش کرنا، کسی اور طریق سے مردوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کرنا ناجائز ہے۔

﴿وَتُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾

(النور:۳۱)

''اور توبہ طلب کرو اللہ کی طرف اے مسلمانو! تاکہ تم فلاح پاؤ۔''

غض بصر، حفاظت ستر اور پردہ وحجاب کے معاملہ میں جو کچھ غلطیاں ہوتی رہی ہیں، ان سے توبہ کرو اور اپنے رویہ کو اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق درست کر لو اسی میں فلاح ہے۔

چھپا چھپا کے صدقہ کرنے والا

چھٹا خوش نصیب انسان جو بروز محشر قیامت کی سختیوں سے محفوظ اللہ کے عرش کے سایہ میں ہوگا وہ ہے جو صدقہ تو کرتا ہے لیکن انتہائی رازداری کے ساتھ۔ فرمایا:

((رَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَاَخْفَاهَا حَتَّى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهُ))

''وہ آدمی جس نے صدقہ کیا پس اس کو اتنا مخفی رکھا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی پتہ نہ چلا کہ دائیں نے کیا خرچ کیا ہے۔''

مطلب یہ ہے کہ وہ آدمی انتہائی رازداری سے صدقہ کرتا ہے۔ ریاکاری مطلق اس کے ذہن میں نہیں ہوتی۔ چپکے سے کسی ضرورت مند کی مدد کرتا ہے کہ اللہ اس پر راضی ہو جائے نہ اخبارات پر تصاویر چھپتی ہیں نہ اعلان ہوتے ہیں' نہ خبریں لگتی ہیں' بڑی سے بڑی رقم بھی چپکے سے خرچ کر دیتا ہے اگر کوئی مالدار ہے تو اپنی توفیق کے مطابق اگر کمزور ہے تو اپنی توفیق کے مطابق۔ اللہ والے پوشیدہ طور پر صدقہ کرنے کا کس قدر اہتمام کرتے تھے۔ ذیل کی روایت پڑھیے:

زانیہ اور چور پر صدقہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک آدمی نے کہا میں ضرور آج رات صدقہ کروں گا۔ پس وہ اپنا صدقہ لے کر نکلا اور ایک شخص کے ہاتھ میں رکھ دیا۔ صبح کو لوگ باتیں کر رہے تھے آج رات کوئی چور پر صدقہ کر گیا تو صدقہ کرنے والے نے سن کر کہا: یا اللہ! تیرا شکر ہے آج رات میں ضرور پھر صدقہ کروں گا۔ پس وہ اپنا صدقہ لے کر نکلا چپکے سے کسی کے ہاتھ پر رکھا اور پلٹ آیا۔ پس صبح کے وقت لوگ باتیں کرتے تھے کہ آج رات ایک بدکار عورت پر صدقہ کیا گیا تو صدقہ

کرنے والے نے سن کر کہا یا اللہ! تیرا شکر ہے۔ میں آج رات پھر صدقہ کروں گا۔ پس وہ نکلا اور کسی کے ہاتھ پر چپکے سے رکھ کے لوٹ آیا۔ صبح کے وقت لوگ باتیں کر رہے تھے آج رات ایک مالدار آدمی پر صدقہ کر دیا گیا۔ تو اس آدمی نے کہا: اللہ تیرا شکر ہے ایک چور پر' ایک بدکار عورت پر اور ایک مالدار پر صدقہ ہو گیا۔ رات کو اسے خواب آیا' اس نے سنا کہ کوئی کہہ رہا ہے:

((أَمَّا صَدَقَتُكَ عَلٰى سَارِقٍ فَلَعَلَّهُ اَنْ يَّسْتَعِفَّ عَنْ سَرِقَتِهِ وَ أَمَّا الزَّانِيَةُ فَلَعَلَّهَا تَسْتَعِفُّ عَنْ زِنَاهَا' وَأَمَّا الْغَنِيُّ فَلَعَلَّهُ أَنْ يَعْتَبِرَ فَيُنْفِقُ مِمَّا آتَاهُ اللّٰهُ)) ①

''تیرا صدقہ جو چور پر ہو گیا شاید اس کی وجہ سے وہ چوری سے باز آ جائے اور بدکار عورت شاید وہ بدکاری سے تائب ہو جائے اور مالدار آدمی شاید وہ عبرت حاصل کرے اور وہ بھی اللہ کے دیئے ہوئے مال سے اللہ کی راہ میں خرچ کرے۔''

صدقہ دینے والے کی نیت صحیح ہو اور اسی طرح بے خبری میں غیر مستحق لوگوں پر بھی صدقہ ہو جائے تو عنداللہ مقبول ہو گا بلکہ اگر اللہ چاہے تو ان لوگوں کے اندر بھی خیر کا پہلو پیدا فرما دے اور ان روایات کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آدمی اعلانیہ یا سرعام صدقہ بالکل نہ کرے وہ اعلانیہ بھی صدقہ کرے لیکن نیت خالص اللہ کی رضا ہو ریا کاری نہ ہو اور انسان میں شدت سے یہ کمزوری پائی جاتی ہے کہ دل میں ریا کاری کا بیج پھوٹ ہی پڑتا ہے اللہ اپنی کرم نوازی سے جسے چاہے بچا دے اس لئے پوشیدہ طور پر صدقہ کرنے کی فضیلت بیان فرمائی ہے کہ اس میں آدمی ریا کاری سے بھی بچ جاتا ہے اور ضرورت مند کا بھی پردہ رہ جاتا ہے۔

اور غور فرمائیے! حدیث میں انتہائی مبالغہ بیان ہوا ہے کہ دیکھو! انسان کے دونوں ہاتھ ایک دوسرے کے کتنے قریب ہیں اگر آدمی دائیں ہاتھ سے خرچ کرے اور

① صحیح بخاری کتاب الزکاۃ' باب اذا تصدق علی غنی وھو لا یعلم-ح ۱۴۲۱

بائیں کو پتہ نہ چلے تو اس کا مطلب ہے کہ اس نے بہت ہی راز داری سے خرچ کیا ایسے ہی کسی محتاج کی مدد اتنی راز داری سے اور چپکے سے کرنی چاہیے کہ اس کے انتہائی قریبی کو بھی پتہ نہ چل سکے تا کہ لینے والا بے چارہ شرمندہ نہ ہو اسی میں اللہ کی رضا ہے۔

اور آدمی یہ نہ سمجھے کہ اگر میں اس طرح صدقہ کروں گا تو میرا مال گھٹ جائے گا مجھے خسارہ ہو گا صدقہ کرنے سے مال گھٹنے کی بجائے بڑھتا ہے دوسرا یہ کہ آدمی اللہ کا مقرب بن جاتا ہے تیسرا وہ قیامت کی سختیوں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ یہ ایک الگ سے طویل مضمون ہے صرف ایک روایت اس ضمن میں درج کی جاسکتی ہے:

بادلوں کو زمین کی سیرابی کا حکم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک آدمی کسی صحرا میں چلا جا رہا تھا کہ اس نے ایک بدلی سے آواز سنی فلاں آدمی کے باغ کو سیراب کرو۔ پس بادل کا ٹکڑا الگ ہوا اور اس نے اپنا پانی سیاہ سنگلاخ زمین پر برسا دیا۔ وہ پانی مختلف چھوٹی نالیوں سے ہوتا ہوا ایک بڑے نالے میں جمع ہو گیا اور ایک طرف چل دیا۔ یہ آدمی بھی اس پانی کے پیچھے پیچھے چل پڑا آگے جا کر اس نے ایک باغ کو دیکھا پانی اس میں داخل ہو گیا۔ ایک آدمی وہاں کسی اوزار سے پانی لگا رہا تھا پس وہ آدمی جس نے بادلوں سے آواز سنی تھی آگے بڑھ کے باغ والے سے پوچھتا ہے اے اللہ کے بندے! تیرا نام کیا ہے؟ اس نے وہی نام بتایا جو اس نے بدلی میں سے سنا تھا' تب باغبان نے کہا: تو میرا نام کیوں پوچھتا ہے؟ اس نے کہا میں نے اس بادل سے جس کا یہ پانی بہتا ہوا یہاں آیا ایک آواز سنی تھی کہ فلاں شخص کے باغ کو سیراب کرو اور یہ وہی نام ہے جو تو نے بتلایا ہے۔

پھر کہا تو اپنے باغ میں کون سا ایسا عمل کرتا ہے۔ کہ تیرے باغ کی سیرابی کے لیے اللہ نے بادل کو حکم دیا۔ اس باغ والے نے کہا جب تو یہ کہہ رہا ہے تو میں بتا دیتا ہوں کہ اس باغ کی پیداوار کا اندازہ لگاتا ہوں اور اس میں سے تیسرا حصہ صدقہ کرتا ہوں ایک حصہ میری اور میرے اہل وعیال کی خوراک ہو جاتا ہے اور اس کا ایک حصہ

اس باغ پر دوبارہ لگا دیتا ہوں۔ [1]

یہ تو دنیا ہے کہ اللہ تعالیٰ صدقہ کرنے والے کے باغ کو خشک سالی سے بچانے کا خود انتظام فرمارہے ہیں اور آخرت کے روز جب کوئی دوستی اور رشتہ کام نہیں آئے گا ایسے میں اللہ رحیم وکریم مخفی طور پر صدقہ کرنے والے کو حساب وکتاب اور قیامت کی سختیوں سے بے نیاز کر کے اپنے عرش کا سایہ نصیب کر دیں گے۔

اور جو بندہ صرف اللہ کو راضی کرنے کے لیے چوری چھپے کسی محتاج وتنگ دست کی مدد کرتا ہے اور اس کے دل میں خیال ہے کہ کہیں لوگوں کو پتہ نہ چل جائے یعنی خود ریاکاری سے بچتا ہے اور جس کی مدد کرنی ہے اس کو شرمندگی سے بچاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس گمنام سخی پر اتنے خوش ہوتے ہیں کہ اس کے مال کو بھی بڑھاتے ہیں اور اس کے گناہ بھی ختم کر دیتے ہیں۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

((اِنْ تُبْدُوْا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴿﴾)) (البقرہ:۲۷۱)

''اگر تم اپنے صدقات کو ظاہر کرو تو بھی اچھا ہے لیکن اگر خفیہ طور پر فقراء کو دو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اور (اللہ تعالیٰ صدقہ کی برکت سے) تمہارے بہت سے گناہ مٹا دیں گے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے خبردار ہے۔''

اس سے چند آیات پیچھے اللہ تعالیٰ نے صدقہ کرنے والوں سے ان الفاظ میں معافی کا وعدہ کیا ہے:

﴿اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ﴿﴾﴾ (البقرہ: ۲۶۸)

''شیطان ڈراتا ہے تمہیں تنگدستی سے اور تمہیں بے حیائی کا حکم دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ تم سے وعدہ فرماتے ہیں اپنی بخشش کا اور فضل (وکرم) کا اور اللہ

[1] صحیح مسلم، کتاب الزھد والرقائق، باب الصدقہ فی المساکین ح: ۲۹۸۴

تعالیٰ بڑی وسعت والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔''

اس آیت میں بخشش کے وعدے کے ساتھ مزید نوازے جانے کا ذکر بھی ہے کہ گناہ معاف ہوں گے اور مال میں بھی برکت ہوگی اس کی وضاحت ایک اور آیت میں ان الفاظ میں ہے:

﴿وَمَا اَنْفَقْتُمْ مِنْ شَیْءٍ فَهُوَ یُخْلِفُهُ وَهُوَ خَیْرُ الرَّازِقِیْنَ﴾

(السبا:۳۹)

''جو کچھ خرچ کرو گے اللہ تعالیٰ تمہیں اس کا نعم البدل عطا فرما دیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔''

اور اللہ رب العزت اسے بہتر رزق سے کیوں نہ نوازیں فرشتے بھی تو صدقہ و خیرات کرنے والے کے حق میں یوں دعا کرتے ہیں: اے اللہ! اسے اس کا بہتر بدل عطا کر جو اس نے خرچ کیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَامِنْ یَوْمٍ یُصْبِحُ الْعِبَادُ فِیْهِ اِلَّا مَلَکَان یَنْزِلَان فَیَقُوْلُ اَحَدُهُمَا اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا وَیَقُوْلُ الْآخِرُ اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُمْسِکًا تَلَفًا)) [۱]

''کوئی دن ایسا نہیں جس میں بندے صبح کرتے ہیں مگر دو فرشتے نازل ہوتے ہیں، ان میں سے ایک (دعا کرتے ہوئے) کہتا ہے اے اللہ: خرچ کرنے والے کو بدل عطا فرما اور دوسرا (بددعا کرتے ہوئے) کہتا ہے، اے اللہ! روکنے والے کو تباہی دے (یعنی جو مال کو روک کے رکھتا ہے اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتا)۔''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں فرشتے کی دعا میں خرچ کیے ہوئے مال کے بدل کا تعین نہیں اور اس کی حکمت یہ ہے کہ بدل میں مال کے ساتھ ثواب اور دوسری چیزیں بھی شامل ہوجاتی ہیں، راہ خیر میں خرچ کرنے والے کتنے لوگ مالی بدلہ پانے سے پہلے

[۱] صحیح بخاری کتاب الزکاۃ' باب قول اللّٰہ تعالیٰ فاما من اعطی واتقی۔

فوت ہو جاتے ہیں ان کا صلہ آخرت میں ثواب کی صورت میں ہو گا یا اس کے عوض آنے والی کسی مصیبت سے بچا دیا جائے گا۔

آیات واحادیث سے پتہ یہ چلا کہ صدقہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نہ صرف گناہوں کو دھو دیتے ہیں بلکہ خرچ کئے مال کا بہتر بدل بھی عطا فرما دیتے ہیں اور جو خرچ نہیں کرتا فرشتے اس کے مال کی تباہی کے لیے بددعا کرتے ہیں، نتیجتاً اس کا مال بیماریوں اور آفات کی صورت میں تباہ ہونے لگتا ہے اور غور فرمائیے سابقہ آیت میں اللہ تعالیٰ کے فرمان:

﴿اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ﴾

''شیطان تمہیں محتاجی سے ڈراتا اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے۔''

اس آیت میں اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرنے کو بے حیائی اور بے شرمی والے کاموں سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ہاں یہ واقعتاً بہت بڑی بے حیائی اور بے شرمی ہے کہ وہ خود عیش کرے اور اس کے سامنے اس کا مسلمان بھائی بھوکا مر رہا ہو، پھٹے کپڑوں میں سردی سے ٹھٹھر رہا ہو لیکن اس کے دل میں اس کی بے کسی کے باوجود مدد کا احساس تک نہ ابھرے۔

ایسے لوگ بھی تھے:

انس رضی اللہ عنہ نے کہا ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ مدینہ میں بہت مالدار تھے اور انہیں سب سے محبوب مال بیرحاء ایک باغ تھا، جو مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں جاتے تھے اور اس کا میٹھا پانی پیتے تھے۔ انس رضی اللہ عنہ نے کہا جب یہ آیت اتری کہ نہ پہنچو گے تم نیکی کی حد کو جب تک نہ خرچ کرو گے اپنی محبوب چیزوں کو اللہ کی راہ میں تو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم نیکی کی حد کو نہ پہنچو گے جب تک اپنے محبوب مال نہ خرچ کرو اور میرے سب مالوں سے زیادہ محبوب بیر حاء ہے اور میں اسے اللہ کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں میں اس کے ثواب کا اور اس کے آخرت میں جمع ہو جانے کا اللہ کے پاس امیدوار ہوں۔ سو اس کو آپ جہاں چاہیں استعمال فرمائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((بَخٍ ذَلِكَ مَالٌ رَابِحٌ ذَلِكَ مَالٌ رَابِحٌ قَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ فِيهَا وَإِنِّي أَرَى أَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْأَقْرَبِينَ۔ فَقَسَمَهَا أَبُو طَلْحَةَ فِي أَقَارِبِهِ وَبَنِي عَمِّهِ)) ①

''کیا خوب یہ تو بڑے نفع کا مال ہے یہ تو بڑے نفع کا مال ہے۔ میں نے سنا جو تم نے کہا اور میں مناسب جانتا ہوں کہ تم اسے اپنے عزیزوں میں بانٹ دو۔ پھر اس کو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے عزیزوں اور چچازاد بھائیوں میں بانٹ دیا۔''

دو ڈھیر:

منذر بن جریر اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے، دن کے شروع میں کچھ لوگ آئے ننگے پیر ننگے بدن، گلے میں چمڑے کی عبائیں پہنے ہوئے اپنی تلواریں لٹکائے ہوئے، اکثر بلکہ سب ان میں قبیلہ مضر کے لوگ تھے اور رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک بدل گیا ان کے فقر وفاقہ کو دیکھ کر آپ اندر آ گئے پھر باہر آئے (یعنی پریشان ہو گئے۔ اور بلال رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ اذان کہو پھر تکبیر کہی گئی اور نماز پڑھی اور خطبہ پڑھا اور یہ آیت پڑھی کہ اے لوگو! ڈرو اللہ سے جس نے تم کو بنایا ایک جان سے (یہ اس لیے پڑھی کہ معلوم ہو کہ سارے بنی آدم آپس میں بھائی بھائی ہیں) (ان اللّٰه كان عليكم رقيبا) تک پھر سورہ حشر کی آیت پڑھی، اے ایمان والو! ڈرو اللہ سے اور غور کرو کہ تم نے اپنی جانوں کے لیے کیا بھیج رکھا ہے جو کل کام آئے۔ (پھر تو صدقات کا بازار گرم ہوا) اور کسی نے اشرفی دی اور کسی نے درہم کسی نے ایک صاع گیہوں کسی نے ایک صاع کھجور دینا شروع کیے۔ یہاں تک کہ آپ نے فرمایا ایک ٹکڑا بھی کھجور کا ہو (وہ بھی لاؤ) پھر انصار میں سے ایک شخص توڑا لایا کہ اس کا ہاتھ تھکا جاتا تھا بلکہ تھک گیا تھا۔ پھر تو لوگوں کا تانتا بندھ گیا، یہاں تک کہ میں نے دو ڈھیر دیکھے کھانے اور کپڑے کے اور یہاں تک (صدقات جمع ہوئے) کہ رسول اللہ ﷺ کے

① صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ باب فضل النفقۃ والصدقۃ علی الاقربین والزوج والاولاد

چہرہ مبارک کو میں نے دیکھا چمکنے لگا تھا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا بَعْدَهُ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْءٌ وَمَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ))

''جس نے اسلام میں کوئی اچھا عمل جاری کیا، اس کے لیے اپنے عمل کا بھی ثواب ہے اور جو لوگ اس کے بعد عمل کریں گے، ان کا بھی ثواب ہے بغیر اس کے کہ ان لوگوں کا کچھ ثواب کم ہو اور جس نے اسلام میں کسی برے عمل کو جاری کیا، اس کے اوپر اس کے عمل کا وبال ہوگا اور ان لوگوں کا بھی جو اس کے بعد عمل کریں گے بغیر اس کے کہ ان لوگوں کا بار کچھ گھٹے۔''

اگر احد پہاڑ سونے کا ہو:

احنف رضی اللہ عنہ نے کہا میں مدینے میں آیا اور ایک حلقے میں بیٹھا تھا وہاں قریش کے سردار بھی تھے کہ ایک شخص موٹے کپڑے پہنے ہوئے آیا، سخت جسم والا اور سخت چہرہ والا اور وہ ان کے پاس کھڑا ہو کر کہنے لگا خوشخبری ہے مال جمع کرنے والوں کو گرم پتھر کی جو جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا اور اس کی چھاتی کی نوک پر رکھا جائے گا یہاں تک کہ شانے کی ہڈی سے پھوٹ نکلے گا اور شانے کی ہڈی پر رکھا جائے گا تو چھاتیوں کی نوک سے پھوٹ نکلے گا۔ وہ پتھر ایسا ہی ہلتا ہوا آر پار ہوتا رہے گا۔ کہا راوی نے پھر جھکا لیے لوگوں نے سر اور میں نے ان میں سے کسی کو نہ دیکھا کہ ان کو کچھ جواب دیتا اور پھر وہ پلٹا اور میں اس کے پیچھے ہوا، یہاں تک کہ وہ ایک کھمبے کے قریب پہنچ گیا اور میں نے کہا کہ میں تو یہی خیال کرتا ہوں...... کہ آپ نے جو کچھ کہا ان کو بہت برا لگا۔ تو اس نے کہا کہ یہ کچھ عقل نہیں رکھتے (یعنی دین کی) اور میرے دوست ابوالقاسم ﷺ نے مجھ کو بلایا اور میں گیا تو انہوں نے پوچھا کہ تم احد کو دیکھتے ہو؟ میں نے اپنے اوپر کی دھوپ کو دیکھا اور یہ سمجھا کہ شاید آپ مجھے اپنے کسی کام کے لیے وہاں بھیجنا چاہتے ہیں اور میں

نے عرض کی کہ ہاں دیکھتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَايَسُرُّنِیْ أَنَّ لِیْ مِثْلَهُ ذَهَبًا أُنْفِقُهُ كُلَّهُ إِلَّا ثَلَاثَةَ دَنَانِيْرَ))

''میں یہ نہیں چاہتا کہ اس پہاڑ کے برابر سونا ہو اور اگر ہو بھی تو میں خرچ کردوں مگر تین دینار (قرض کے لیے رکھوں)''

اور یہ لوگ دنیا جمع کرتے ہیں اور کچھ نہیں سمجھتے۔ پھر میں نے اس سے سوال کیا کہ تمہارا اپنے قریشی بھائیوں کے ساتھ کیا حال ہے کہ تم ان کے پاس کسی ضرورت کے لیے نہیں جاتے اور نہ ان سے کچھ لیتے ہو؟ اس نے کہا مجھے قسم ہے تمہارے رب کی کہ نہ میں ان سے دنیا مانگوں گا نہ دین میں کچھ پوچھوں گا (اس لیے کہ میں ان سے زیادہ جانتا ہوں) یہاں تک کہ ملوں گا میں اللہ سے اور اللہ کے رسول ﷺ سے۔ [1]

صدقات وخیرات سے آخرت میں انعامات تو ملنے ہی ہیں دنیا میں ان کا ایک بہت بڑا فائدہ یہ بھی ہے یہ چیز بندے کی روح کو پاکیزگی عطا کرتی ہے، مادی دنیا میں آدمی جتنا زیادہ مشغول ہوگا اس کی روح میں اسی قدر کثافت پیدا ہوتی چلی جائے گی اور یہی چیز اس کی عبادات سے لذت کو چھین لیتی ہے اکیلا مال وزر دل کو سکون نہیں بخش سکتا۔

کچھ کام نہ آئے گا تیرے یہ لعل زمرد وسیم وزر
جب پونجی بات میں بکھرے گی آن بنے گی جان اوپر
نقارے نوبت بان نشان دولت حشمت فوجیں لشکر
کیا مسند تکیہ ملک مکان کیا چوکی کرسی تخت چھپر
سب ٹھاٹھ پڑا رہ جائے گا جب لاد چلے گا بنجارا

[1] صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ باب الحث علی الصدقة ولو بشق تمرة أو کلمة طیبة

تنہائیوں میں خوف الٰہی سے آنسو برسانے والا

جن لوگوں کو قیامت کے دن عرش الٰہی کا سایہ نصیب ہوگا ان خوش بخت لوگوں میں سے ساتویں قسم کے وہ لوگ ہیں جو تنہائی میں اگر اللہ رب العزت کو یاد کرتے ہیں تو خوف باری تعالیٰ سے ان کی آنکھوں سے آنسو امڈ پڑتے ہیں۔ فرمایا نبی ﷺ نے:

((وَرَجُل " ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ))

"وہ آدمی جس نے خلوت میں اللہ کو یاد کیا پس اس کی آنکھیں بہہ پڑیں"۔

تنہائی میں انسان کی صحیح حقیقت کھلتی ہے کہ وہ کیا ہے؟ دوسروں کے سامنے تو وہ ڈھونگ رچا کر اپنے آپ کو جو چاہے ظاہر کر سکتا ہے لیکن خلوت میں اس کی اصلی شخصیت اس کے سامنے آجاتی ہے اس کی پارسائی وتر دامنی کی رازداں تو اس کی تنہائی ہوتی ہے۔ وہاں اسے دیکھنے والا تو صرف اللہ ہی ہوتا ہے۔ ایسے میں جو اس کے خوف سے اشک برساتا ہے اس پر رحمت باری تعالیٰ مہربان ہو جاتی ہے۔ خود رسول اللہ ﷺ رب تعالیٰ کے خوف سے رویا کرتے تھے۔ ابوداؤد کی روایت ہے:

((عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الشِّخِّيرِ رضی اللہ عنہ قَالَ أَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ يُصَلِّيْ وَلِجَوْفِهِ أَزِيْز " كَأَزِيْزِ الْمِرْجَلِ مِنَ الْبُكَاءِ)) [1]

"حضرت عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ کے سینے سے رونے کی وجہ سے اس طرح آواز نکل رہی تھی جیسے چولہے پر رکھی ہوئی ہنڈیا سے نکلتی ہے۔"

---

[1] (صحیح) سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب البکاء فی الصلاۃ ح: ۹۰۴، سنن ترمذی ابواب الشمائل المحمدیہ باب ما جاء فی بکاء رسول اللہ ح: ۳۲۱

اس سے واضح ہوتا ہے رسول اللہ ﷺ نماز میں اللہ کے خوف سے کس قدر رویا کرتے تھے۔ اللہ سے مناجات کے وقت اللہ کی بارگاہ میں حاضری کے تصور سے رونا بڑی سعادت کی بات ہے مگر جس کو اللہ اس سے نواز دے۔ ان آنسوؤں کی قیمت تو میدان محشر میں لگے گی۔ جہاں پانی کے یہ چھینٹے نامہ اعمال کی سیاہی کو دھوکر جنت کا حقدار بنا دیں گے۔

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((لَيْس شَيْء" اَحَبَّ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى مِنْ قَطْرَتَيْنِ وَ اَثَرَيْنِ: قَطْرَةُ دُمُوْعٍ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ وَ قَطْرَةُ دَمٍ تُهْرَاقُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ وَ اَمَّا الْاَثْرَانِ فَاَثَرُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَ أثَرٌ فِي فَرِيْضَةٍ مِنْ فَرَائِضِ اللّٰهِ تَعَالٰى))[1]

"اللہ تعالیٰ کو دو قطروں اور دو نشانوں سے زیادہ محبوب کوئی چیز نہیں ایک آنسوؤں کا وہ قطرہ جو اللہ کے خوف سے نکلے اور دوسرا وہ خون کا قطرہ جو اللہ کے راستے میں بہایا جائے۔ رہے دو نشان تو ان میں سے ایک نشان وہ ہے جو اللہ کے راستے میں (لڑتے ہوئے) لگے اور دوسرا نشان وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے فرائض میں سے کوئی فرض ادا کرتے ہوئے لگے۔"

اور وہ لوگ جنہوں نے اللہ رب العزت کو دیکھا نہیں لیکن وہ یقین رکھتے ہیں کہ کارخانہ عالم کو چلانے والی ضرور کوئی ذات ہے اور وہ اس بن دیکھی ہستی سے ڈرتے رہتے ہیں کسی بھی غلط کام کی جانب قدم بڑھیں تو اللہ کا ڈر انہیں روک دیتا ہے، ایسے لوگوں کے لیے اللہ رب العزت نے معافی کا وعدہ بھی کر رکھا ہے اور ان کے گناہوں کو معاف کر کے انہیں اجر عظیم سے نواز دیا جاتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ﴾ (الملك:١٢)

---

[1] (حسن) سنن ترمذی'ابواب الجهاد' باب ما جاء فی فضل المرابط:ح ١٦٦٩

''یقیناً جو لوگ اپنے رب سے بغیر دیکھے ڈرتے ہیں ان کے لیے گناہوں کی معافی اور بہت بڑا اجر ہے۔''

اللہ کا ڈر درحقیقت نیکی کی بنیاد ہے جب خوفِ الٰہی دلوں سے نکل جائے تو گناہ جنم لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے پر جہاں گناہوں کی معافی کا انعام ملتا ہے، وہاں اس کے کئی دینی، دنیاوی اور روحانی فوائد بھی ہیں، اللہ سے ڈرنے والا تنہائیوں میں اس کے خوف سے رونے والا ہوتا ہے اور رونے سے دل میں رقّت پیدا ہوتی ہے، دل کا بوجھ ہلکا ہوتا ہے اور جب آدمی آنکھوں سے آنسو برساتا ہے تو آنکھیں نہیں روتیں بلکہ دل روتا ہے۔ ہاں! اس کا اظہار آنکھوں سے ہوتا ہے، اس لیے کہ آدمی اس وقت روتا ہے جب دل کو صدمہ پہنچے جب دل دکھے، غم والم دل کو لاحق ہوتے ہیں جب غم برداشت سے باہر ہو جائیں تو دل رو پڑتا ہے تب پھر رنج وغم کا دھواں پانی کی شکل بن کے آنکھوں سے ٹپکنے لگتا ہے، جسے آنسوؤں سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس کی دلیل اللہ رب العزت نے خود قرآن حکیم میں دی ہے۔ ارشادِ ہوتا ہے:

﴿ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُمْ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهَارُ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَاءُ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ۝﴾ (البقرة:٧٤)

''پھر اس کے بعد ان لوگوں کے دل سخت ہو گئے، پھر وہ پتھروں کی مانند ہیں یا اس سے بھی زیادہ سخت ہیں اور بے شک پتھروں میں سے کچھ ایسے پتھر ہیں کہ ان سے نہریں پھوٹ پڑتی ہیں، کچھ ایسے ہیں کہ وہ پھٹ جاتے ہیں تو ان سے پانی نکلتا ہے اور کچھ ایسے بھی ہیں کہ وہ اللہ کے ڈر سے گر پڑتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس سے غافل نہیں ہیں جو کچھ تم کرتے ہو۔''

اس مثال میں اللہ تعالیٰ نے دل کو پتھر کے ساتھ تشبیہ دے کر پھر پتھر سے پانی بہنے اور اس کے اللہ کے خوف سے گرنے کا ذکر کر کے یہ بتایا ہے کہ ان بدنصیب لوگوں

کے دل پتھر سے بھی گئے گزرے ہیں، پتھر بھی اللہ سے ڈرتا اور پھٹ پڑتا ہے، ہاں مومن کا معاملہ اس کے برعکس ہے ان کے دل ڈرتے بھی ہیں اور آنسو بھی برساتے ہیں۔

یہ دل ہی ہے جو خوفِ الٰہی کا مرکز ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ۝﴾ (الحدید:١٦)

''کیا اب تک ایمان والوں کے لیے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر سے پگھل جائیں۔''

دل کا خوف الٰہی سے لرز جانا ہی مومن کی علامت ہے۔قرآن حکیم میں ہے:

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيَاتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا۝﴾ (الانفال:٢)

''خالص مومن تو وہ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل دہل جاتے ہیں اور جب ان پر اس کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے۔''

اور دلوں سے اللہ کا خوف اس وقت نکلتا ہے جب دل گناہوں کی سیاہی میں گھر جائیں، درج ذیل آیات کس قدر واضح ہیں:

﴿كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۝﴾ (مطففین:١٤)

''ہرگز نہیں بلکہ زنگ چھا گیا ہے ان کے دلوں پر (ان اعمال کی وجہ سے) جو وہ کرتے ہیں۔''

﴿فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ۝﴾ (منافقون:٣)

''پس ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی پس (اب) وہ نہیں سمجھتے۔''

آنکھوں سے آنسو بھی اس وقت ٹپکتے ہیں جب آدمی کے دل میں اللہ کا ڈر پیدا ہو پھر وہ لوگوں سے چھپ چھپ کر اپنے رب کو راضی کرنے کے لیے تنہائیوں میں آنسوؤں کی مالا پروتا رہتا ہے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اللہ کے ڈر سے رونا بڑا مرغوب تھا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خُطْبَةً مَاسَمِعْتُ مِثْلَهَا قَطُّ فَقَالَ : "لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا" فَغَطّٰى اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وُجُوْهَهُمْ وَلَهُمْ خَنِيْنٌ۔)) ①

"رسول اللہ ﷺ نے ہمیں (ایک مرتبہ) ایسا خطبہ ارشاد فرمایا کہ اس جیسا خطبہ میں نے کبھی نہیں سنا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم وہ باتیں جان لو جن کا مجھے علم ہے تو تم ہنسو تھوڑا اور روؤ زیادہ۔ پس رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے اپنے چہرے ڈھانپ لیے اور ان کی آہ وزاری کی آوازیں آنے لگیں۔"

مومن کی تو ساری زندگی اللہ کی رضا کے شوق میں تڑپتے اور اس کے خوف اور پکڑ سے ڈرتے اور روتے گزرتی ہے لیکن کتنا بدنصیب ہے وہ شخص جس کے بال سفید ہوگئے کمر جھکنے لگی آنکھوں کا نور مدھم پڑنے لگا۔ مگر وہ ابھی تک گناہوں پر ڈٹا ہوا ہے۔ اس کا دل خوفِ الٰہی سے خالی ہے اور آنکھیں نم نہیں ہوتیں، کاش وہ اپنے سر کی سفید دھوپ کو دیکھ کر عمر کے ڈوبتے ہوئے سورج کا ادراک کر سکے۔ اتنی لمبی عمر نے اب اس کے لیے کوئی عذر نہیں چھوڑا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں:

((قَالَ (ﷺ) اَعْذَرَ اللّٰهُ إِلٰى امْرِیءٍ اَجَلَهُ حَتّٰى بَلَغَ سِتِّيْنَ سَنَةً)) ②

"آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس آدمی کے لیے کوئی عذر باقی نہ چھوڑا جس کی موت کو اس نے اتنا موخر کر دیا کہ وہ ساٹھ سال کو پہنچ گیا۔"

آدمی خوفِ الٰہی سے کیوں نہیں روتا..................؟

اس کے کچھ اسباب ہیں، ان میں سرفہرست دنیا اور اس کے مال واسباب کی محبت کا غالب آ جانا ہے، جب دل میں دنیا اور دنیا کی راحتوں کا سودا سما جائے پھر خوفِ

① صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب قول النبی ﷺ لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلا

② بخاری، کتاب الرقاق، باب من بلغ ستین سنة

الٰہی دل سے رخصت ہو جاتا ہے یہی سبب حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے بیان کیا ہے، جن کا شمار صحابہ کرام میں سے مالدار لوگوں میں ہوتا ہے۔ حضرت ابراہیم بن عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں:

((اُتِیَ بِطَعَامٍ وَکَانَ صَائِمًا فَقَالَ: قُتِلَ مُصْعَبُ بْنُ عُمَیْرٍ رضی اللہ عنہ وَھُوَ خَیْرٌ مِنِّیْ فَلَمْ یُوْجَدْ لَهُ مَا یُکَفَّنُ فِیْهِ اِلَّا بُرْدَةٌ اِنْ غُطِّیَ بِهَا رَأْسُهُ بَدَتْ رِجْلَاهُ وَإِنْ غُطِّیَ رِجْلَاهُ بَدَا رَأْسُهُ ثُمَّ بُسِطَ لَنَا مِنَ الدُّنْیَا مَا بُسِطَ اَوْقَالَ اُعْطِیْنَا مِنَ الدُّنْیَا مَا اُعْطِیْنَا قَدْ خَشِیْنَا أَنْ تَکُوْنَ حَسَنَاتُنَا عُجِّلَتْ لَنَا ثُمَّ جَعَلَ یَبْکِیْ حَتّٰی تَرَكَ الطَّعَامَ)) [1]

''حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پاس (افطاری کے وقت) کھانا لایا گیا جبکہ آپ روزے دار تھے۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ شہید کردیئے گئے اور وہ مجھ سے بہتر تھے ان کے کفن کے لیے صرف ایک چادر میسر آئی (جو اتنی سی تھی) کہ اس سے ان کا سر ڈھانپا جاتا تو ان کے پیر ننگے ہو جاتے اگر پاؤں ڈھانپے جاتے تو سر کھلا رہ جاتا۔ اس کے بعد ہمارے لیے دنیا فراخ کردی گئی۔ جو تم دیکھ رہے ہو یا (یہ فرمایا) کہ ہمیں اتنی عطا کردی گئی ہے جو ظاہر ہے ہم تو ڈر رہے ہیں کہ کہیں دنیا میں ہی ہمیں ہماری نیکیوں کا جلدی بدلہ تو نہیں دے دیا گیا، رونے لگ گئے یہاں تک کہ کھانا بھی چھوڑ دیا۔''

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا مال جہاد اور دینی کاموں میں ہی صرف ہوتا تھا۔ اس کے باوجود دنیا کی فراخی اور مصعب رضی اللہ عنہ کی بے سروسامانی کے عالم میں شہادت کو دیکھ کر گھبرا رہے ہیں اور تعجب ہے اس آدمی پر جس پر دنیا فراخ ہے اور دولت کا استعمال دینی کاموں کی بجائے فضول رسومات اور اینٹوں کی عمارتیں کھڑی کرنے پر ہوتا ہے اور دل میں خوف و ڈر بھی نہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایسی ہی کیفیات سے ڈرا کرتے

[1] صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب الکفین من جمیع المال

تھے، ان میں سے کئی صحابہ رضی اللہ عنہم کی تو یہ حالت تھی کہ دل میں خوف الٰہی کا سمندر ہے اور تن پر چیتھڑے لپٹے ہوئے ہیں، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((لَقَدْ رَأَيْتُ سَبْعِينَ مِنْ أَهْلِ الصُّفَّةِ مَامِنْهُمْ رَجُلٌ عَلَيْهِ رِدَاءٌ اِمَّا اِزَارٌ وَاِمَّا كِسَاءٌ قَدْ رَبَطُوا فِي اَعْنَاقِهِمْ فَمِنْهَا مَايَبْلُغُ نِصْفَ السَّاقَيْنِ وَمِنْهَا مَايَبْلُغُ الْكَعْبَيْنِ فَيَجْمَعُهُ بِيَدِهِ كَرَاهِيَةَ أَنْ تُرٰى عَوْرَتُهُ)) ①

''میں نے ستر (۷۰) اہل صفہ کو دیکھا ان میں سے کسی کے پاس جسم کے اوپر کا پورا حصہ چھپانے کے لیے چادر نہیں تھی، کسی کے پاس نچلا دھڑ ڈھانکنے کے لیے ازار ہوتی یا چادر ہوتی جسے وہ اپنی گردنوں میں باندھ لیتے، وہ کپڑا کسی کی نصف پنڈلی تک پہنچتا اور کسی کے ٹخنوں تک، پس وہ اسے اپنے ہاتھ سے اکٹھا کر کے رکھتے کہ کہیں ان کا ستر عریاں نہ ہو جائے۔''

اللہ کے سامنے کھڑے ہونے کا احساس اگر پیدا ہو جائے تو یہی بندے کو لرزا دینے کے لیے کافی ہے۔ آخرت میں جوابدہی کا احساس بندے کے دل میں اعمال کے محاسبہ کی رغبت پیدا کرتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ ''رَجُلٌ لَمْ يَعْمَلْ خَيْرًا قَطُّ فَاِذَا مَاتَ فَحَرِّقُوْهُ وَاذْرُوْا نِصْفَهُ فِي الْبَرِّ وَنِصْفَهُ فِي الْبَحْرِ فَوَاللّٰهِ لَئِنْ قَدَرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ لَيُعَذِّبَنَّهُ عَذَابًا لَايُعَذِّبُهُ اَحَدًا مِنَ الْعَالَمِيْنَ فَاَمَرَ اللّٰهُ الْبَحْرَ فَجَمَعَ مَافِيْهِ وَاَمَرَ الْبَرَّ وَجَمَعَ ثُمَّ قَالَ لِمَ فَعَلْتَ قَالَ مِنْ خَشْيَتِكَ وَاَنْتَ اَعْلَمُ فَغَفَرَلَهُ)) ②

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شخص تھا جس نے کبھی کوئی نیکی نہیں کی تھی

---

① صحیح بخاری، کتاب المساجد، باب نوم الرجال فی المسجد

② بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ یریدون ان یبدلوا کلام اللّٰہ

مرتے وقت اس نے یہ وصیت کی کہ اسے مرنے کے بعد جلا دینا اور اس کی راکھ آدھی خشکی اور آدھی دریا میں بہا دینا۔ اللہ کی قسم! اگر کہیں اللہ نے مجھے پکڑ لیا تو ایسا عذاب دے گا کہ ویسا عذاب سارے جہان میں کسی کو نہیں دے گا۔ آخر اللہ تعالیٰ نے دریا کو حکم کیا اس نے اس کے بدن کے سارے اجزاء جو اس میں بہا دیئے گئے تھے اکٹھے کئے پھر خشکی کو حکم دیا اس نے سب اجزاء کو جو اس میں پھیل گئے تھے اکٹھے کئے پھر اللہ نے اسے (سامنے کھڑا کیا) اور پوچھا تو نے ایسا کیوں کیا؟ وہ کہنے لگا تیرے ڈر سے اور تو خوب جانتا ہے ،اللہ نے اس کو بخش دیا۔''

یہی واقعہ بخاری کی ایک دوسری روایت میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے یوں مروی ہے:

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم سے پہلے لوگوں میں ایک آدمی مرنے لگا تو اس نے اپنے بیٹوں سے کہا: دیکھو! میں تمہارا کیسا باپ تھا ، انہوں نے کہا بہت اچھا۔ باپ کہنے لگا میں نے کوئی نیکی اللہ کی درگاہ میں نہیں بھیجی ، اگر کہیں اللہ نے مجھے پکڑ لیا تو سخت عذاب دے گا۔ تو ایسا کرنا جب میں مرجاؤں تو میری لاش جلا دینا جب جل کر کوئلہ ہو جائے تب خوب پیسنا اور جس دن زور کی آندھی ہو اس دن یہ راکھ آندھی میں اڑا دینا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم اس نے اپنی اولاد سے یہی عہد لیا، آخر انہوں نے اس کے مرنے کے بعد ایسا ہی کیا جلا کر راکھ کر ڈالا پھر آندھی کے دن یہ راکھ اس میں اڑا دی اللہ تعالیٰ نے کن کا لفظ فرمایا تو وہ شخص فوراً سامنے کھڑا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے پوچھا:

((اَیْ عَبْدِیْ مَا حَمَلَكَ عَلٰی اَنْ فَعَلَ مَا فَعَلْتَ قَالَ مُخَافَتُكَ اَوْ فَرَقٌ مِّنْكَ قَالَ فَمَا تَلَافَاهُ اَنْ رَّحِمَهُ عِنْدَهَا)) (۱)

''اے میرے بندے یہ تو نے کیا کیا؟ اس نے کہا اے پروردگار تیرے ڈر یا

(۱) صحیح بخاری، کتاب التوحید باب مذکورہ

تیرے خوف سے اللہ تعالیٰ نے اس کو کوئی سزا نہیں دی بلکہ اس پر رحم کیا۔“

اللہ رب العزت نے قرآن حکیم میں بطور اصول کے یہ ذکر فرمادیا ہے کہ جو بندہ بھی اس کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا اس کے لیے جنت ہے اور جس نے بھی دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہوئے سرکشی کو اختیار کیا اس کے لیے دوزخ ہے۔ ذیل کی آیات اس سلسلہ میں کس قدر واضح ہیں:

﴿فَأَمَّا مَنْ طَغٰى ○ وَآثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ○ فَإِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَأْوٰى ○ وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ○ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوٰى ○﴾ (النازعات)

”سو جس نے سرکشی کی اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی تو جہنم ہی اس کا ٹھکانہ ہے اور جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا اور نفس کو خواہش سے روک لیا تو جنت ہی اس کا ٹھکانہ ہے۔“

اللہ رب العزت کو ڈرنے والا دل ہی پسند ہے، ڈرنے والے کے لیے ہی معافی ہے اور ڈرنے والے کے لیے ہی انعامات ہیں۔ بلکہ پورے قرآن حکیم میں کسی شخص کے لیے دو جنتوں کا وعدہ نہیں ماسوائے اس شخص کے جو اللہ سے ڈرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ﴾ (الرحمن: ۴۶)

”اور جو آدمی اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا اس کے لئے دو باغات ہیں۔“

جب تنہائیوں میں اللہ کا ڈر جاتا رہے:

نیکیوں کی بنیاد خوف الٰہی ہے دل کے اندر اللہ کا ڈر اور خوف ہے، تو بندہ اعلانیہ بھی گناہوں سے بچتا ہے اور خلوت وتنہائی میں بھی بلکہ وہ تنہائی میں اپنے رب سے راز و نیاز کی باتیں کرتا ہے، اس کے سامنے روتا اور آنسو برساتا ہے اور اسی رونے میں وہ

سکون پاتا ہے، وہ عبادت کے لیے ہمیشہ گوشۂ تنہائی ڈھونڈتا ہے اور جس دل میں اللہ کا خوف نہ ہو وہ اعلانیہ گناہوں سے ڈرتا ہے نہ تنہائی میں بلکہ تنہائی میں اس کے نفس کی سرکشیاں مزید بڑھ جاتی ہیں یا وہ اعلانیہ لوگوں کے سامنے گناہ کرنے سے تو ڈرتا ہے یہاں تک کہ نماز، روزہ اور دیگر نیک اعمال میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا ہے مگر تنہائی میں بے خوف ہوجاتا ہے، حیاء کا لباس اتار دیتا ہے اور گناہوں کے ارتکاب میں جری ہوجاتا ہے، اس کا یہ عمل اس بات کی دلیل ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے نیک اعمال کرتا اور گناہوں سے بچتا اس لیے ہے کہ وہ لوگوں سے ڈرتا ہے لیکن تنہائی میں اس کے الٹ اس لیے چلتا ہے کہ وہ رب تعالیٰ سے نہیں ڈرتا ،اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگوں کے ڈر کے سامنے اللہ تعالیٰ کے ڈر کو کوئی اہمیت نہیں دیتا اور ایسا کرنا بہت بڑا گناہ ہے، بندے کے دل میں اللہ تعالیٰ کا کس قدر خوف ہے اس کو جانچنے کا یہ بھی ایک آسان طریقہ ہے کہ بندہ اپنے خلوت وجلوت کے اعمال کا مقابلہ کرے اور دونوں مقام پر نیکیوں اور بدیوں میں اپنا کردار دیکھے اور اگر تنہائی میں نیکیوں کا پلڑا ہلکا اور بدیوں کا پلڑا وزنی معلوم ہوتو یہ اللہ تعالیٰ کے ڈر سے بے خوف ہوجانے کی علامت ہے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لَأَعْلَمَنَّ أَقْوَامًا مِنْ أُمَّتِي يَأْتُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِحَسَنَاتٍ أَمْثَالِ الْجِبَالِ تِهَامَةِ بِيْضًا.فَيَجْعَلُهَا اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ هَبَاءً مَنْثُوْرًا))

''میں اپنی امت سے اُن لوگوں کو جانتا ہوں جو قیامت والے دن تہامہ پہاڑوں کی مانند چمکتی ہوئی نیکیاں لے کر آئیں گے لیکن اللہ تعالیٰ انہیں گردوغبار بنا کر اڑادیں گے۔''

حضرت ثوبان نے پوچھا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہمیں اُن لوگوں کی علامتیں بتا دیں تا کہ ہم ان علامات سے بچیں اور بے خبری میں کہیں ان میں شامل نہ ہوجائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَمَا إِنَّهُمْ إِخْوَانُكُمْ وَمِنْ جِلْدَتِكُمْ وَيَأْخُذُونَ مِنَ اللَّيْلِ كَمَا

تَاخُذُوْنَ وَلٰکِنَّھُمْ أَقْوَامٌ إِذَا خَلَوْا بِمَحَارِمِ اللّٰهِ إِنْتَهَكُوْهَا)) ①

''سنو! وہ تمہارے بھائی ہوں گے تمہارے کنبے اور قبیلے کے ہوں گے جیسے تم راتوں کو عبادت کرتے ہو وہ بھی عبادت کریں گے لیکن یہ لوگ جب تنہائی میں ہوں گے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حرام کردہ کاموں کا ارتکاب کریں گے۔''

کس قدر بدنصیب ہوں گے وہ لوگ جن کی پہاڑوں جیسی نیکیاں گردو غبار بنا کے ہوا میں اڑا دی جائیں گی، ان کی محنت وکوشش ان کے لیے صفر ہو جائے گی، بالکل ایسے ہی جیسے کسی کی دکان کو آگ لگ جائے اور برسوں کا سرمایہ اور نقدی سب جل کر راکھ ہو جائے ایسا حرماں نصیب بجھی ہوئی راکھ دیکھ کر کس قدر دل گرفتہ ہوگا۔

اصل چیز تنہائی میں اللہ کا ڈر ہے، یہ جاتا رہا تو نیکیاں بھی گئیں اور تنہائی سے مراد بندے کا اپنا گھر بھی ہے وہاں اگر وہ اولاد اور بیوی بچوں کے سامنے اللہ سے بے خوف ہوگیا تو وہ بھی بے خوف ہو جائیں گے۔

خوفِ الٰہی سے صحابہ رضی اللہ عنہم کے آنسو:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہ پاکباز ہستیاں ہیں جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نمازیں پڑھیں، ان کی مجلس میں بیٹھ کر براہِ راست تعلیم حاصل کی یقیناً وہ تقویٰ وطہارت کے بلند مقام پر فائز تھے، ان کا ایمان بعد والے افراد کے لیے معیار ٹھہرا لیکن وہ لوگ رب تعالیٰ سے اس قدر ڈرنے والے تھے کہ ان کی راتیں نرم وگداز بستروں سے الگ رب کے سامنے حالت قیام میں گزرتیں، ہر وقت انہیں اپنے ایمان کی فکر اور جنت کی خواہش دامن گیر رہتی اور رات کی تنہائیوں میں ان کی پلکوں سے گرنے والے آنسو ان کی داڑھیوں کو بھگوئے رکھتے، ذیل میں اس کی چند مثالیں درج ہیں:

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما:

حضرت سمیر ریاحی رحمۃ اللہ علیہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں:

① صحیح۔ سنن ابن ماجه، کتاب الزهد باب ذکر الذنوب

((شَرِبَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رضی اللہ عنہما مَاءً مُبَرَّدًا فَبَكٰى فَاشْتَدَّ بُكَاؤُهُ فَقِيلَ لَهُ مَايُبْكِيكَ؟ قَالَ ذَكَرْتُ اٰيَةً فِي كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ﴿وَحِيلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَايَشْتَهُوْنَ﴾ فَعَرَفْتُ اَنَّ اَهْلَ النَّارِ لَايَشْتَهُوْنَ شَيْئًا شَهْوَتُهُمُ الْمَآءُ وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ ﴿اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَاءِ اَوْ مِمَّارَزَقَكُمُ اللّٰهُ﴾)) ①

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ٹھنڈا پانی پیا تو رونے لگے اور بہت زیادہ روئے ان سے دریافت کیا گیا ''آپ کیوں اتنا روئے ہیں؟'' سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''مجھے قرآن مجید کی یہ آیت یاد آ گئی ''جہنمیوں اور ان کی خواہشات کے درمیان رکاوٹ ڈال دی جائے گی۔'' (سورۃ سباء، آیت:۵۴) اور مجھے معلوم ہے کہ اس وقت جہنمی کچھ نہیں چاہیں گے بس ان کی ایک ہی خواہش ہوگی، پانی ملنے کی، کیونکہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا ہے'' (جہنمی اہل جنت سے درخواست کریں گے) تھوڑا سا پانی ہمیں دے دو یا جو رزق اللہ نے تمہیں دیا ہے اس سے کچھ پھینک دو۔'' (سورہ اعراف، آیت:۵۰)

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور لوہار کی دکان:

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایک دفعہ لوہار کو بھٹی دہکاتے دیکھ کر جہنم کو یاد کر کے رو پڑے، سیدنا سعد بن احزم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((كُنْتُ اَمْشِي مَعَ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ فَمَرَّ بِالْحَدَّادِيْنَ وَقَدْ اَخْرَجُوْا حَدِيْدًا مِنَ النَّارِ فَقَامَ يَنْظُرُ اِلَيْهِ وَيَبْكِي)) ②

''میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ جا رہا تھا ہم لوہار کی دکان سے گزرے انہوں نے آگ سے لوہا باہر نکالا تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

① حلية الاولياء - 133/2
② حلية الاولياء - 133/2

اسے دیکھنے کے لیے کھڑے ہو گئے اور رونے لگے۔"

کیا قیامت کے روز آپ اپنے گھر والوں کو یاد رکھیں گے؟

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ انہیں جہنم کی آگ یاد آئی تو وہ رو پڑیں، رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا: "عائشہ! کیوں رو رہی ہو؟ تو انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ جہنم کی آگ یاد آنے پر روئی ہوں، کیا قیامت کے روز آپ اپنے اہل وعیال کو بھی یاد رکھیں گے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((اَمَّا فِي ثَلٰثَةِ مَوَاطِنَ فَلَايَذْكُرُ اَحَدٌ اَحَدًا عِنْدَالْمِيْزَانِ حَتّٰى يَعْلَمَ اَيَخِفُّ مِيْزَانُهُ اَمْ يَثْقُلُ وَعِنْدَالْكِتَابِ حِيْنَ يُقَالُ ﴿هَاؤُمُ اقْرَءُوْا كِتَابِيَهْ﴾ حَتّٰى يَعْلَمَ اَيْنَ يَقَعُ كِتَابُهُ فِيْ يَمِيْنِهِ اَمْ فِيْ شِمَالِهِ مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِهِ وَعِنْدَ الصِّرَاطِ اِذَا وُضِعَ بَيْنَ ظَهْرَيْ جَهَنَّمَ)) ①

"تین جگہوں پر کوئی آدمی کسی دوسرے آدمی کو یاد نہیں کرے گا۔ ① میزان کے پاس یہاں تک کہ اسے پتہ چل جائے کہ ان کے اعمال کا وزن ہلکا رہا ہے یا بوجھل۔ ② نامہ اعمال ملنے کے وقت جب پکارا جائے گا کہ آؤ اپنا نامہ اعمال پڑھو حتیٰ کہ اسے پتہ چل جائے اسے اس کا نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جاتا ہے یا بائیں ہاتھ میں پشت کے پیچھے سے ③ پل صراط سے گزرتے وقت جب وہ جہنم کے اوپر رکھا جائے گا۔"

قیمتی موتی:

خوفِ الٰہی میں گرنے والے آنسو قیمتی موتیوں سے کم نہیں، درحقیقت یہ اپنے اعمال پر ندامت کے آنسو ہوتے ہیں، یہ آنسو رب تعالیٰ کو بہت محبوب ہیں، بقول اقبال رحمۃ اللہ علیہ ۔

① ابو داؤد، كتاب السنة، باب في ذكر الميزان

موتی سمجھ کے شانِ کریمی نے چن لیے
قطرے جو تھے میرے عرقِ انفعال کے

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ تابعین اور امت مسلمہ کے محسن علماء میں سے اکثر کا یہ حال تھا کہ وہ کثرتِ عبادت کے باوجود اسی فکر کا شکار رہتے کہ حق بندگی ادا نہیں ہوسکا اور یہی احساس ان کی آنکھوں سے اشک کی صورت میں برستا رہتا، چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

کاش میری ماں نے مجھے جنم نہ دیا ہوتا!

حضرت ابومیسرہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ جہنم کا ذکر کیا تو دیر تک روتے رہے اور نرم بستر دیکھ کر ان کی آنکھوں میں آنسو آ جاتے، چنانچہ ان کے بارے میں منقول ہے:

((كَانَ اَبُوْ مَيْسَرَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اِذَا اَوٰى اِلٰى فِرَاشِهٖ قَالَ: يٰلَيْتَ اُمِّيْ لَمْ تَلِدْنِيْ ثُمَّ يَبْكِيْ فَقِيْلَ لَهٗ مَايُبْكِيْكَ يَا اَبَا مَيْسَرَةَ؟ قَالَ: اُخْبِرْنَا اَنَّا وَارِدُوْهَا وَلَمْ نُخْبِرْنَا اَنَّا صَادِرُوْنَ عَنْهَا)) [۱]

حضرت ابومیسرہ رحمۃ اللہ علیہ جب اپنے بستر پر جاتے تو کہتے ''اے کاش! میری ماں مجھے نہ جنتی۔'' اور رونے لگتے، ان سے کہا گیا: ''اے ابومیسرہ! کیوں روتے ہو؟'' حضرت ابومیسرہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''ہمیں یہ تو معلوم ہے کہ ہم نے جہنم کے اوپر سے گزرنا ہے، لیکن یہ علم نہیں کہ نجات ہوگی یا نہیں۔''

کاش مجھے نیند نہ آئے:

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں منقول ہے:

((قَالَ مَالِكُ بْنُ دِيْنَارٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ لَوِاسْتَطَعْتُ اَنْ لَا اَنَامَ لَمْ اَنَمْ مُخَافَةَ اَنْ يَنْزِلَ الْعَذَابُ وَاَنَا نَائِمٌ وَلَوْ وَجَدْتُ اَعْوَانًا لَفَرَّقْتُهُمْ يُنَادُوْنَ فِيْ سَائِرِ الدُّنْيَا كُلِّهَا اَيُّهَا النَّاسُ اَلنَّارُ اَلنَّارُ)) [۲]

[۱] ابن کثیر، 3/ 179　[۲] الحلیة:2/ 369

’’حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر میرے بس میں ہوتا کہ میں نیند نہ کروں تو میں کبھی نہ سوتا اس ڈر سے کہ سونے میں کہیں مجھ پر اللہ کا عذاب نازل نہ ہو جائے اور اگر میرے پاس مددگار ہوتے تو میں انہیں ساری دنیا میں منادی کرنے کے لیے بھیج دیتا (جو کہتے) ’’لوگو! آگ سے خبردار رہو جاؤ، لوگو! آگ سے خبردار ہو جاؤ۔‘‘

تنور کی آگ:

حضرت ابو وائل رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ہم عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ باہر نکلے ہمارے ساتھ ربیع بن خیثم رحمۃ اللہ علیہ تھے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ دریائے فرات کے کنارے ایک تنور کے پاس سے گزرے، جب اس کے اندر بھڑکتی ہوئی آگ دیکھی تو یہ آیت تلاوت کی:

((اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّزَفِيْرًا)فَصَعِقَ يَعْنِي الرَّبِيْعُ وَحَمَلُوْهُ اِلٰى اَهْلِ بَيْتِهٖ فَرَابَطَهٗ عَبْدُاللّٰهِ اِلَى الظُّهْرِ فَلَمْ يُفِقْ))①

’’جب جہنم کافروں کو دور سے دیکھے گی تو کافر جہنم کا چیخنا چنگھاڑنا سن لیں گے۔(فرقان، آیت:۱۲) یہ سن کر ربیع بن خیثم رحمۃ اللہ علیہ بے ہوش ہو کر گر پڑے، لوگ انہیں چار پائی پر ڈال کر گھر لے گئے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان کے پاس (صبح سے لے کر) ظہر تک بیٹھ کر ہوش میں لانے کی کوشش کرتے رہے لیکن حضرت ربیع رحمۃ اللہ علیہ کو ہوش نہ آیا۔‘‘

تنکے سے ہلکا:

حضرت عبدالرحمٰن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:

((بَاتَ سُفْيَانُ رَحِمَهُ اللّٰهُ عِنْدِيْ فَلَمَّا اشْتَدَّ بِهِ الْاَمْرُ جَعَلَ يَبْكِيْ

① ابن کثیر، 3/ 415

فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ يَا اَبَا عَبْدِاللّٰهِ اَرَاكَ كَثِيْرَ الذُّنُوْبِ فَرَفَعَ شَيْئًا مِنَ الْاَرْضِ وَقَالَ وَاللّٰهِ لَذُنُوْبِيْ اَهْوَنُ عِنْدِيْ مِنْ ذَا اِنِّيْ اَخَافُ اَنْ اُسْلَبَ الْاِيْمَانُ قَبْلَ اَنْ اَمُوْتَ)) ①

''حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ نے رات میرے پاس گزاری، جب زیادہ پریشان ہوئے تو رونے لگے، ایک آدمی نے ان سے پوچھا: ''اے ابوعبداللہ! کیا کثرت گناہوں کی وجہ سے رو رہے ہو؟'' حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ نے زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور فرمانے لگے''واللہ! گناہوں کا معاملہ میرے نزدیک اس تنکے سے بھی زیادہ ہلکا ہے، مجھے تو ڈر یہ ہے کہیں موت سے پہلے میرا ایمان نہ چھن جائے۔

اے اللہ! ہمارے دلوں کو نرم کردے' ہماری سرد آنکھوں کو تیرے ذکر میں آنسو بہانے کی سعادت نصیب ہوجائے۔ ہماری زبانوں کو تیرے ذکر کی لذت نصیب ہو جائے۔

---

① صفة الصفوة: 3/ 150

تنگ دست کے قرض کو معاف کر دینے والا یا مقررہ مدت میں توسیع کر دینے والا

عرش الٰہی کے سایہ سے مستفید ہونے والے سعادت مند حضرات میں سے آٹھویں قسم ان لوگوں کی ہے جو قرض دار کی مقررہ مدت میں اس کی تنگ دستی اور مشکل کو دیکھ کر کچھ دنوں کا اور اضافہ کر دیتے ہیں اور نویں قسم کے وہ خوش بخت حضرات ہیں جو جب دیکھتے ہیں کہ قرض دار تنگدستی کی وجہ سے قرض ادا کرنے کی قدرت نہیں رکھتا تو اللہ کی رضا کیلئے قرض ہی معاف کر دیتے ہیں۔

ان دونوں حضرات کا ذکر نبی اکرم ﷺ کی ذیل کی حدیث میں ہے:

((عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ' قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : مَنْ اَنْظَرَ مُعْسِرًا اَوْ وَضَعَ لَهُ اَظَلَّهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِهٖ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ)) ①

''سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی تنگ دست کو مہلت دے یا اس کو معاف کر دے اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے روز اپنے عرش کے سائے تلے جگہ دے گا جس دن اس کے سائے کے علاوہ کوئی اور سایہ نہ ہوگا۔''

ان دونوں آدمیوں کا تعلق چونکہ قرض دار کے ساتھ ہے۔ اس لئے ان کے بارے میں کچھ بیان کرنے سے پہلے قرض کے مختصر مسائل آپکے سامنے رکھے جاتے ہیں۔

بلاسود قرض دینے کی اسلام نے بڑی تاکید کی ہے کہ اگر کوئی مسلمان بھائی تنگی

① صحیح جامع ترمذی، ابواب البیوع، باب ماجاء فی انظار المعسر والرفق به، ح: 1306

میں ہے اس پر کوئی مصیبت آ پڑی ہے اور وہ قرض کا طلبگار ہے تو اس کی قرض کے ساتھ مدد کی جائے۔ اس سلسلے میں قرض دینے والے کو چند باتوں کا خیال رکھنا ہوگا:

پہلی بات تو یہ ہے کہ وہ قرض صرف اور صرف اللہ کی خوشنودی کیلئے دے۔ اس کا مقصد قرض دے کر اپنے بھائی پر احسان جتلانا' اپنے ماتحت کرنا' نیچا دکھانا یا اس سے کوئی فائدہ لینا مقصود نہ ہو۔ اگر مقروض تنگ دست ہے' وعدے پر قرض واپس کرنے کی اس میں طاقت نہیں تو اسے کچھ مہلت دے دے' اسکی محتاجی کو مدنظر رکھتے ہوئے معاف ہی کر دیتا ہے تو یہ بڑے اجر وثواب کا کام ہے۔ دوسری طرف قرض لینے والے کے لیے بھی چند باتوں کی پاسداری ضروری ہے' اسے وعدے کی پابندی کرنی چاہیے۔ اس لیے کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا﴾ [۱]

وعدے کو پورا کرو بے شک وعدے کے متعلق (رب کی عدالت میں) پوچھا جائے گا۔

اگر قرض لینے والے کے پاس رقم موجود ہے لیکن وہ وعدے کے مطابق واپس نہیں کر رہا تو ایسا کرنے والا ظالم ہے اس لئے کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

((مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ)) [۲]

مالدار آدمی کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے اور قرض ایسی چیز ہے کہ اس سے رحمت عالم ﷺ بھی پناہ مانگا کرتے تھے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سرتاج الانبیاء یوں فرمایا کرتے:

اللہ میں گناہ اور قرض داری سے تیری پناہ مانگتا ہوں میں نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ: کیا وجہ ہے کہ آپ قرض داری سے بہت پناہ مانگا کرتے ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا آدمی جب قرضدار ہو جاتا ہے تو بات کہتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور وعدہ کرتا ہے تو اس

---

[۱] سورۃ الاسراء آیت نمبر ۳۴

[۲] صحیح مسلم' کتاب البیوع باب تحریم مطل الغنی ح: ۱۵۶۴

کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ ①

قرض کا ادا نہ کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔غور فرمایئے اللہ کی راہ میں جان قربان کر کے شہید ہو جانا کتنا عظیم عمل ہے لیکن ارشاد نبوی ہے:

((يَغْفِرُ اللّٰهُ لِلشَّهِيْدِ كُلَّ ذَنْبٍ اِلَّا الدَّيْنَ)) ②

اللہ تعالیٰ شہید کا ہر گناہ معاف فرما دیں گے مگر قرض معاف نہیں فرمائینگے۔

مسلم کی ایک اور روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی ﷺ سے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ: اگر میں اللہ کی راہ میں مارا جاؤں تو کیا میرے گناہ معاف ہو جائیں گے آپ نے فرمایا: ہاں اگر تو مارا جائے اللہ کی راہ میں اور تیری نیت خالص ہو اور تو سامنے رہے پیٹھ نہ موڑے۔

پھر آپ نے پوچھا تو نے کیا کہا؟ وہ بولا اگر میں اللہ کی راہ میں مارا جاؤں تو کیا میرے گناہ معاف ہو جائیں گے آپ نے فرمایا: ہاں اگر تو مارا جائے خالص نیت سے اور تیرا منہ سامنے ہو پیٹھ نہ موڑے مگر یاد رکھ قرض معاف نہیں ہوگا اس لئے کہ مجھ سے جبرائیل نے یہی بیان کیا ہے۔ ③

قرض دار سے نرمی کا بیان:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

تم سے پہلے لوگوں میں سے ایک شخص کا حساب کیا گیا تو اس کے پاس اس کے سوا کوئی نیکی نہیں پائی گئی کہ وہ لوگوں سے لین دین کا معاملہ کرتا تھا اور خوش حال تھا اپنے غلاموں سے کہہ دیتا کہ تنگ دست سے درگزر کیا کرو جب وہ مرگیا تو فرشتوں سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

---

① صحیح بخاری کتاب المساقاۃ باب من استعاذ من الدین

② صحیح مسلم کتاب الامارات ' باب بیان ما اعدہ اللہ تعالیٰ للمجاھد فی الجنۃ

③ صحیح مسلم کتاب الامارات باب مذکورہ

((نَحْنُ أَحَقُّ بِذٰلِكَ مِنْهُ ' تَجَاوَزُوْا عَنْهُ)) ①

ہم درگزر کرنے کے اس سے زیادہ حق دار ہیں تم اس سے درگزر کرو۔

صحیح مسلم کی ایک اور روایت ہے:

((عَنْ أَبِيْ قَتَادَةَ ﷺ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُّنْجِيَهُ اللّٰهُ مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلْيُنَفِّسْ عَنْ مُعْسِرٍ أَوْ يَضَعْ عَنْهُ)) ②

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جس کو یہ بات پسند ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کی بے چینیوں سے نجات دے تو اسے چاہیے کہ وہ تنگ دست کو مہلت دے یا اس سے (قرض) ہی معاف کر دے۔

اس مضمون کی اور بہت سی حدیثیں کتب احادیث میں بکھری پڑی ہیں جن میں قرض دار سے نرمی اور حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے۔ پس اے عقلمند غور کر! آج کے ماحول میں قرض دینے والے کی تنگ دست وغریب انسان کے گھریلو سامان اور مکان پر نظر ہوتی ہے غریب کو قرض دیا اور پھر بڑی نرمی سے مزید قرض دیتا رہا جانتا بھی تھا کہ جب اتنی بڑی رقم ہو جائے گی وہ بے چارہ ادا نہ کر سکے گا قرض بڑھاتا رہا اور جب وہ غریب بے چارہ قرض کی ایک بڑی رقم کے بوجھ تلے دب گیا تو اس سے مطالبہ شروع کر دیا مہلت بھی نہیں دے رہا پھر اس کا مکان ہتھیا لینے کے منصوبے بناتا ہے اور بڑے بڑے جاگیر دار اور چوہدری جنہیں اللہ نے مال دیا ہے وہ قرض لینے والے کی لڑکیوں اور بیوی تک کو اٹھا لیتے ہیں ایسے انسان بدترین ظالم ہیں۔

یہ دنیا کی زندگی تو بڑی مختصر سی ہے آج تنگ دست کے سلسلہ میں نرمی کر قیامت کے دن اللہ رب العزت دامنِ عصیان کو دھو دیں گے۔ صرف گناہوں اور پاپ بھرا میلا دامن ہی نہیں دھلے گا اللہ کے عرش کا سایہ بھی نصیب ہوگا۔

---

① صحیح مسلم کتاب البیوع باب انظار المعسرح ۱۵۶۱

② صحیح مسلم کتاب البیوع باب مذکورہ

شہداء کی روحیں

اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہونے کے جو بے شمار فضائل ومراتب ہیں ان میں ایک فضیلت شہید کے لیے یہ بھی ہے کہ اس کی روح کو سبز پرندے کے پیٹ میں ڈال دیا جاتا ہے، جو جنت میں چرتا پھرتا ہے اور عرش الٰہی کے سایہ میں لٹکی ہوئی سنہری قندیل میں آرام کرتا ہے جیسا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ذیل کی روایت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے شہداء کے متعلق ارشاد فرمایا:

((لَمَّا أُصِيبَ إِخْوَانُكُمْ جَعَلَ اللّٰهُ أَرْوَاحَهُمْ فِي جَوْفِ طَيْرٍ خُضْرٍ تَرِدُ أَنْهَارَ الْجَنَّةِ تَأْكُلُ مِنْ ثِمَارِهَا، وَتَأْوِي إِلَى قَنَادِيلَ مِنْ ذَهَبٍ مُعَلَّقَةٍ فِي ظِلِّ الْعَرْشِ، فَلَمَّا وَجَدُوْا طِيْبَ مَأْكَلِهِمْ وَمَشْرَبِهِمْ وَمَقِيلِهِمْ قَالُوْا: مَنْ يُّبَلِّغُ إِخْوَانَنَا عَنَّا أَنَّا أَحْيَاءٌ فِي الْجَنَّةِ نُرْزَقُ، لِئَلَّا يَزْهَدُوْا فِي الْجِهَادِ وَلَا يَنْكُلُوْا عِنْدَ الْحَرْبِ، فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالَى! أَنَا أُبَلِّغُهُمْ عَنْكُمْ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَلَاتَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَرَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ﴾)) (آل عمران:۱۶۹) [1]

''احد کے روز جو تمہارے بھائی شہید ہو چکے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کی روحوں کو سبز پرندوں کے پیٹ میں رکھ دیا، یہ پرندے جنت کی نہروں سے سیراب ہوتے ہیں، جنت کے پھل کھاتے ہیں اور عرش الٰہی کے سائے میں لٹکی ہوئی سنہری قندیلوں میں آرام کرتے ہیں۔ انہوں نے جب اپنا اچھا

[1] أبوداؤد، كتاب الجهاد، باب فى فضل الشهادة، رقم:۲۵۲۰، حاكم، كتاب الجهاد، ۳/ ۸۸۔ وقال الشيخ الالبانى حسن

کھانا پینا اور اچھی آرام گاہیں دیکھیں تو یہ آرزو کی کہ کون ہے جو ہماری طرف سے ہمارے بھائیوں کو یہ خبر کردے کہ ہم زندہ ہیں اور جنت میں ہیں؟ تاکہ ہمارے بھائی جنت سے ناامید نہ ہوجائیں اور لڑائی میں بزدلی نہ دکھائیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی خواہش کو دیکھ کر فرمایا کہ میں تمہاری طرف سے یہ پیغام ان کو پہنچا دیتا ہوں چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی: ''جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے ہیں، انہیں مردہ مت کہو وہ زندہ ہیں، اپنے رب کے پاس رزق پارہے ہیں۔''

اور مسلم کی درج ذیل روایت میں مطلق طور پر شہداء کے لیے اس فضیلت کا بیان ہے:

((عَنْ مَسْرُوْقٍ رضی اللہ عنہ قَالَ سَأَلْنَا عَبْدَاللّٰهِ عَنْ هٰذِهِ الْآيَةِ ((وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَرَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ)) قَالَ أَمَا إِنَّا قَدْ سَأَلْنَا عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ ((أَرْوَاحُهُمْ فِيْ جَوْفِ طَيْرٍ خُضْرٍ لَهَا قَنَادِيْلُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ تَسْرَحُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ شَاءَ تْ ثُمَّ تَأْوِيْ إِلَى تِلْكَ الْقَنَادِيْلِ فَاطَّلَعَ إِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ اطِّلَاعَةً فَقَالَ هَلْ تَشْتَهُوْنَ شَيْئًا قَالُوْا أَيَّ شَيْءٍ نَشْتَهِيْ وَنَحْنُ نَسْرَحُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ شِئْنَا فَفَعَلَ ذٰلِكَ بِهِمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَلَمَّا رَأَوْا أَنَّهُمْ لَنْ يُتْرَكُوْا مِنْ أَنْ يُسْأَلُوْا قَالُوْا يَا رَبِّ نُرِيْدُ أَنْ تَرُدَّ أَرْوَاحَنَا فِيْ أَجْسَادِنَا حَتّٰى نُقْتَلَ فِيْ سَبِيْلِكَ مَرَّةً أُخْرَى فَلَمَّا رَأَى أَنْ لَيْسَ لَهُمْ حَاجَةٌ تُرِكُوْا)) [1]

''مسروق سے روایت ہے ہم نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا اس آیت کو ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَرَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ﴾ یعنی مت سمجھ ان لوگوں کو جو قتل کیے گئے اللہ کی راہ

[1] صحيح مسلم، كتاب الامارة، باب بيان أن ارواح الشهداء فى الجنة وانهم احياء عندربهم يرزقون

میں مردہ بلکہ وہ زندہ ہیں، اپنے پروردگار کے پاس روزی دیئے جاتے ہیں۔ عبداللہ نے کہا ہم نے اس آیت کو پوچھا رسول اللہ ﷺ سے آپ ﷺ نے فرمایا: شہیدوں کی روحیں سبز پرندوں کے قالب میں قندیلوں کے اندر ہیں جو عرش مبارک سے لٹک رہے ہیں، اور جہاں وہ پرندے چاہتے ہیں جنت میں چرتے پھرتے ہیں، پھر اپنی قندیلوں میں آ جاتے ہیں۔ ایک بار ان کے پروردگار نے ان کو دیکھا اور فرمایا تم کچھ چاہتے ہو، انہوں نے کہا اب ہم کیا چاہیں گے، ہم تو جنت میں چرتے پھرتے ہیں، جہاں ہم چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے پھر پوچھا، پھر پوچھا، جب انہوں نے دیکھا کہ بغیر پوچھے ہماری رہائی نہیں (یعنی رب تعالیٰ برابر پوچھے جاتے ہیں) تو انہوں نے کہا اے ہمارے رب! ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہماری روحوں کو دوبارہ ہمارے بدنوں میں لوٹا دے۔ جب اللہ تعالیٰ نے دیکھا کہ اب ان کو کوئی خواہش نہیں تو ان کو چھوڑ دیا۔

شہادت ایک ایسا عظیم عمل ہے جو بندے کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور اسے اللہ کے قریب کر دیتا ہے، فائدہ کی غرض سے شہداء کی فضیلت پر چند روایات درج کی جارہی ہیں۔

جنت میں شہیدوں کی فضیلت سب سے خوبصورت گھر:

((عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ أَتَيَانِي فَصَعِدَا بِيَ الشَّجَرَةَ فَأَدْخَلَانِي دَارًا هِيَ أَحْسَنُ وَأَفْضَلُ لَمْ أَرَقَطُّ أَحْسَنَ مِنْهَا قَالَا: أَمَّا هٰذِهِ فَدَارُ الشُّهَدَاءِ)) [1]

''سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے آج رات خواب میں دیکھا کہ دو شخص آئے اور مجھے ایک درخت پر چڑھا کر

[1] بخاری، کتاب الجهاد والسير، باب درجات المجاهدين في سبيل الله، رقم: ۲۷۹۱

لے گئے، پھر ایک خوبصورت اور بہترین گھر میں لے گئے، جس سے زیادہ خوبصورت گھر میں نے نہیں دیکھا ان دونوں آدمیوں نے مجھے بتایا کہ یہ گھر شہیدوں کا ہے۔"

شہداء پر ہمیشہ کے لیے اللہ تعالیٰ کا راضی ہونا:

((عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ﷜ قَالَ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: عَلَى الَّذِيْنَ قَتَلُوْا أَصْحَابَ بِئْرِ مَعُوْنَةَ ثَلَاثِيْنَ غَدَاةً عَلٰى رِعْلٍ وَّذَكْوَانَ وَعُصَيَّةَ، عَصَوُا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ، قَالَ: وَأُنْزِلَ فِي الَّذِيْنَ قُتِلُوْا بِبِئْرِ مَعُوْنَةَ قُرْآنًا قَرَأْنَاهُ حَتّٰى نُسِخَ بَعْدُ بَلِّغُوْا قَوْمَنَا أَنَّا قَدْ لَقِيْنَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَرَضِيْنَا عَنْهُ)) ①

"حضرت انس بن مالک ﷜ کہتے ہیں کہ جن لوگوں نے بئر معونہ والوں کو شہید کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے تیس دن ان کے خلاف بددعا کی۔ آپ ﷺ رعل، ذکوان اور عصیہ جنہوں نے اللہ و رسول کی نافرمانی کی۔ ان قبائل کے خلاف بدعائیں کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے بئر معونہ کے شہداء کے بارے میں قرآن نازل فرمایا ہم نے اسے پڑھا بعد میں وہ منسوخ کردیا گیا اور وہ یہ تھا کہ ((بلغوا قومنا إنا قد لقينا ربنا فرضي عنا ورضينا عنه)) ہماری قوم کو پیغام پہنچا دو کہ ہم اپنے رب سے ملے وہ ہم پر راضی ہوگیا اور ہم اس پر راضی ہیں۔"

---

① بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الرجیع، رقم:۴۰۹۵

ضعیف روایات

قارئین کرام! سابقہ دس افراد جن کے بارے میں مختصر الفاظ میں بحث کی گئی ہے ، احادیث میں ان دس افراد کے علاوہ دیگر ایسے اشخاص کا بھی ذکر ہے جنہیں عرش الٰہی کے سایہ کا مستحق ٹھہرایا گیا ہے، جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں ذکر کیا ہے، اسی طرح طبرانی، بیہقی اور ترغیب وترہیب میں ایسی روایات مذکور ہیں لیکن ایسی روایات ضعیف ہیں۔ افادہ کی غرض سے ان میں سے چند یہاں ذکر کی جا رہی ہیں:

❶ ((ادبوا اولادکم علی ثلاث خصال حب نبیکم وحب أهل بيته وقراء ة القرآن فإن حملة القرآن في ظل اللّٰه يوم القيامة يوم لاظل إلا ظله مع أنبيائه و أصفيائه)) [1]

''اپنی اولاد کو تین باتوں کا ادب دکھاؤ، اپنے نبی ﷺ کی محبت اور آپ ﷺ کے اہل بیت کی محبت اور قرآن پڑھنے کی محبت ، اس لیے کہ حاملین قرآن قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے عرش کے سایہ میں ہوں گے، جس دن اس کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا اور انبیاء واصفیاء کے ساتھ ہوں گے۔''

❷ ((الشهداء عندالله علی منابر من ياقوت في ظل عرش اللّٰه يوم لاظل إلا ظله علی كثيب من مسك فيقول لهم الرب ألم أوف لكم و أصدقكم فيقولون بلی وربنا)) [2]

---

[1] المرجع: صحيح و ضعيف الجامع ، تحقيق الالبانی :(ضعيف) انظر حديث : ۲۵۱ فی ضعيف الجامع

[2] المرجع : صحيح و ضعيف الجامع ، تحقيق الالبانی:(ضعيف) انظرحديث: ۳۴۴۷فی ضعيف الجامع

'شہداء اللہ تعالیٰ کے نزدیک یاقوت کے منبروں اور کستوری کے ٹیلوں پر ہوں گے، اللہ کے عرش کے سایہ میں جس دن اس کے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا تو رب تعالیٰ پھر ان سے فرمائیں گیا میں نے تمہارے ساتھ کیا ہوا وعدہ پورا نہیں کیا اور اسے سچا نہیں کر دکھایا؟ تو وہ کہیں گے کیوں نہیں ہمارے رب! (ہم نے وعدہ پالیا)۔''

۳ ((سبعة يظلهم الله تحت ظل عرشه يوم لاظل إلا ظله رجل قلبه معلق بالمساجد ورجل دعته امرأة ذات منصب فقال إني أخاف الله ورجلان تحابا في الله ورجل غض عينيه عن محارم الله وعين حرست في سبيل الله وعين بكت من خشية الله)) [۱]

''سات بندے (قیامت کے دن) اللہ کے عرش کے سایہ میں ہوں گے جس دن اس کے سایہ کے سوا کسی چیز کا سایہ نہ ہوگا۔ ۱ وہ بندہ جس کا دل مسجد میں اٹکا ہوا ہے۔ ۲ وہ بندہ جسے کوئی حسب ونسب والی عورت برائی کی دعوت دے اور وہ کہے کہ مجھے اللہ سے ڈر لگتا ہے۔ ۳، ۴ وہ دو بندے جو اللہ کے لیے ایک دوسرے محبت رکھتے ہیں۔ ۵ وہ بندہ جس نے اپنی آنکھوں کو اللہ کی حرام کردہ چیزوں سے بند کرلیا۔ ۶ وہ آنکھ جو اللہ کی راہ میں پہرہ داری کرے۔ ۷ وہ آنکھ جو اللہ کے ڈر سے رو پڑے۔''

نوٹ: پہلے چار افراد صحیح احادیث سے ثابت ہیں۔

۴ ((ثلاثة في ظل العرش يوم القيامة يوم لاظل إلا ظله واصل الرحم يزيد الله في رزقه ويمد في أجله وامرأة مات زوجها وترك عليها أيتاما صغارا فقالت لا أتزوج أقيم على أيتامي

---

[۱] المرجع : صحيح و ضعيف الجامع ، تحقيق الالباني:(ضعيف) انظر حديث: ۳۲۳۸ في ضعيف الجامع

حتی یموتوا أو یغنیهم اللّٰه وعبد صنع طعاماً فأضاف ضیفه وأحسن نفقته فدعا علیه الیتیم والمسکین فأطعمهم لوجه اللّٰه عزوجل)) ①

''تین افراد قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے عرش کے سایہ میں ہوں گے، جس دن اس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا وہ ہیں: ① صلہ رحمی کرنے والا اور اللہ تعالیٰ ایسے بندے کے رزق میں اضافہ فرما دیتے ہیں اور اس کی عمر بھی بڑھا دیتے ہیں۔ ② وہ عورت جس کا شوہر فوت ہو جائے اور وہ چھوٹے بچے چھوڑ کر مرے تو عورت یہ ارادہ بنا لے کہ میں شادی نہیں کروں گی بلکہ اپنے یتیم بچوں کی نگرانی کروں گی یہاں تک کہ وہ مرجائیں یا اللہ انہیں غنی کردے۔ ③ وہ بندہ جو ضیافت کے لیے کھانا تیار کرتا ہے اور اس پر خوب خرچ بھی کرتا ہے پھر یتیموں اور مساکین کو بلا کے انہیں صرف اللہ کی رضا کے لیے کھلاتا ہے۔''

⑤ ((خلق اللّٰه عزوجل الجن ثلاثة أصناف صنف حیات وعقارب وخشاش الأرض وصنف کالریح فی الهواء وصنف علیهم الحساب والعقاب وخلق اللّٰه الإنس ثلاثة أصناف صنف کالبهائم وصنف أجسادهم أجساد آدم وأرواحهم أرواح الشیاطین وصنف فی ظل اللّٰه یوم لاظل إلا ظله)) ②

''اللہ عزوجل نے جنوں کی تین قسمیں پیدا فرمائیں ایک قسم سانپوں، بچھوؤں اور زمین کے کیڑوں مکوڑوں پر مشتمل ہے اور ایک قسم ہوا کی مانند ہے اور

① المرجع : صحیح و ضعیف الجامع، تحقیق الالبانی:(ضعیف جدا) انظر حدیث: ۲۵۸۰فی ضعیف الجامع ، السلسلة الضعیفه، الجز:۷ رقم الحدیث : ۳۱۳۶

② المرجع : صحیح و ضعیف الجامع، تحقیق الالبانی:(ضعیف) انظر حدیث: ۲۸۳۹فی ضعیف الجامع ، السلسلة الضعیفة، الجز۸، رقم الحدیث :۳۵۴۹

ایک قسم وہ ہے جس پر حساب و کتاب اور سزا و جزاء کے احکام لاگو ہوں گے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی بھی تین قسمیں پیدا فرمائی ہیں ایک قسم جانوروں کی مثل ہے، ایک قسم ایسی ہے جن کے جسم تو انسانی اجسام ہیں مگر ان کی روحیں شیطانی روحیں ہیں اور ایک قسم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے عرش کے سایہ میں ہوگی جس دن اس کے سایہ کے سوا کسی چیز کا سایہ نہ ہوگا۔''

۶ ((من أعان مجاهدا فى سبيل الله أو غارما فى عسرته أو مكاتبا فى رقبة أظله الله فى ظله يوم لاظل إلا ظله)) ①

''جس نے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی مدد کی یا قرض دار کی مدد کی اس کی تنگدستی میں، یا مکاتب کی گردن چھڑانے میں مدد کی، اللہ تعالیٰ اسے اپنے عرش کے سایہ میں جگہ دیں گے، جس دن اس کے سایہ کے سوا کسی چیز کا سایہ نہ ہوگا۔''

۷ ((التاجر الصدوق تحت ظل العرش يوم القيامة)) ②

''سچ بولنے والا تاجر قیامت کے دن عرش الٰہی کے سایہ میں ہوگا۔''

۸ ثلاث من كن فيه أظله الله تحت ظل عرشه يوم لاظل إلا ظله الوضوء على المكاره والمشى إلى المساجد فى الظلم وإطعام الجائع)) ③

''تین (اچھی) عادتیں جس کسی میں بھی ہوں گی اللہ تعالیٰ اسے اپنے عرش کا سایہ عنایت کریں گے جس دن اس کے سایہ سوا کوئی سایہ نہ ہوگا اور وہ ہیں،

---

① المرجع : صحيح و ضعيف الجامع ، تحقيق الالبانی:(ضعيف) انظر حديث: ۵۴۴۷فی ضعيف الجامع

② المرجع : صحيح و ضعيف الجامع، تحقيق الالبانی:(موضوع) انظر حديث: ۲۵۰۲فی ضعيف الجامع ، السلسلة الضعيفة ، الجز:۵، رقم الحديث:۲۴۰۵......

③ المرجع : صحيح و ضعيف الجامع ، تحقيق الالبانی:(ضعيف) انظر حديث: ۲۵۴۸فی ضعيف الجامع ......

سختیوں (یعنی سخت گرمی یا سردی) میں وضو کرنا مساجد کی طرف چل کر جانا اور بھوکے کو کھانا کھلانا۔''

۹ ثلاثة يظلهم اللّٰه فى ظله يوم لاظل إلا ظله التاجر الأمين والإمام المقتصد وراعى الشمس بالنهار)) [۱]

''تین افراد ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے عرش کے سایہ میں جگہ عنایت فرمائیں گے جس دن اس کے سایہ کے سوا اور کسی چیز کا سایہ نہ ہوگا اور وہ ہیں امانت دار تاجر، میانہ روی اختیار کرنے والا امام اور (ذکر الٰہی اور نماز پڑھنے کی نیت سے) دن کو آفتاب دیکھنے والا۔''

۱۰ ((قال موسیٰ علیہ السلام لربه عزوجل ماجزاء من عزى الثكلى قال أظله فى ظلى يوم لا ظل إلا ظلى)) [۲]

''موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے کہا جس عورت کا بچہ فوت ہو جائے اور وہ اس پر صبر کرے تو اس کا بدلہ کیا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں اسے اپنے عرش کے سایہ میں جگہ دوں گا جس دن میرے عرش کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہیں ہوگا۔''

۱۱ ((أى أخى أنى موصيك بوصية فاحفظها لعل اللّٰه أن ينفعك بها زرالقبور تذكربها الآخرة بالنهار أحيانا ولا تكثر واغسل الموتى فإن معالجة جسد خاوعظة بليغة وصل على الجنائز لعل ذلك يحزن قلبك فإن الحزين فى ظل اللّٰه

---

[۱] المرجع : صحيح و ضعيف الجامع ، تحقيق الالبانى:(ضعيف) انظرحديث: ۲٦۱۲فى ضعيف الجامع ، السلسلة الضعيفة، الجز:۷، رقم الحديث : ۳۴۵۳......

[۲] المرجع : صحيح و ضعيف الجامع ، تحقيق الالبانى:(ضعيف) انظرحديث: ۴۰٦۷فى ضعيف الجامع ، السلسلة الضعيفة ، رقم الحديث:۴۰۴۹

تعالی)) ⁽¹⁾

''میرے بھائی میں تجھے ایک وصیت کرتا ہوں جسے یاد رکھ لے ہوسکتا ہے اللہ تجھے اس سے نفع دے قبروں کی زیارت کیا کر اس سے آخرت کی یاد تازہ ہوتی ہے، لیکن یہ دن میں کبھی کبھی ہو کثرت سے نہ ہو اور مردوں کو غسل دیا کر اس لیے کہ ایسے جسم کے دیکھنے میں ایک بلیغ نصیحت ہے اور نمازِ جنازہ کی ادائیگی کیا کرو ہوسکتا ہے اس سے تیرا دل غم زدہ ہو بے شک غم زدہ دل والے اللہ تعالیٰ کے عرش کے سایہ میں ہوں گے۔''

۱۲ ((عن أنس قال قال رسول اللّٰه ﷺ إن موسى بن عمران ﷺ كان يمشي ذات يوم في طريق فناداه الجبار تبارك وتعالىٰ ياموسى فالتفت يمينا وشمالا فلم ير أحدا ثم ناداه الثانية ياموسىٰ بن عمران فالتفت يمينا وشمالا فلم ير أحدا فارتعدت فرائصه ثم نودى الثالثة ياموسى بن عمران إني أنا اللّٰه لا اله إلا أنا فقال لبيك وخر للّٰه ساجدا فقال إرفع رأسك ياموسى بن عمران فرفع رأسه فقال ياموسى إني أحببت أن تسكن في ظل عرشي يوم لاظل إلا ظلي ياموسى فكن لليتيم كالأب الرحيم وكن للأرملة كالزوج العطوف ياموسى إرحم ترحم ياموسى كما تدين تدان ياموسى نبيء بني إسرائيل إنه من لقيني وهو جاحد لمحمد أدخلته النار ولو كان خليلي إبراهيم وموسى كليمي فقال إلهي ومن أحمد فقال ياموسىٰ وعزتي وجلالي ماخلقت خلقا أكرم علي منه كتبت اسمه مع اسمي في العرش قبل أن أخلق السموات والأرض والشمس

⁽¹⁾ المرجع : صحيح و ضعيف الجامع ، تحقيق الالباني:(ضعيف) انظر حديث: ۲۱۸۲في ضعيف الجامع ، السلسلة الضعيفة، رقم الحديث:۳٦٦۳

والقمر)) ◇۱

''انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک موسیٰ بن عمران ایک دن راستہ سے گزر رہے تھے کہ انہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے پکارا ''اے موسیٰ'' یہ آواز سن کر موسیٰ علیہ السلام نے دائیں بائیں دیکھا تو انہیں کوئی دکھائی نہ دیا پھر اللہ نے اسے دوسری دفعہ پکارا کہ ''موسیٰ بن عمران'' تو انہیں نے دائیں بائیں دیکھا مگر کوئی دکھائی نہ دیا تو خوف سے ان کے کندھے کپکپانے لگے چنانچہ تیسری دفعہ انہیں آواز دی گئی اے موسیٰ بن عمران بے شک میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، تو موسیٰ علیہ السلام نے لبیک کہا اور سجدہ میں گر گئے اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! اپنے سر کو اٹھاؤ چنانچہ انہوں نے اپنے سر کو اٹھایا تو ارشاد ہوا، اے موسیٰ! میں چاہتا ہوں تجھے اس دن اپنے عرش کے سایہ میں جگہ دوں جس دن میرے سایہ کے سوا کہیں سایہ نہیں ہوگا، پس تو یتیم کے لیے مہربان باپ کی مانند ہوجا اور بیوہ کے لیے رحم دل شوہر کی مانند، اے موسیٰ! تو رحم کرے گا تو تجھ پر رحم کیا جائے گا، جیسا کہ بدلہ کے طور پر کیا جاتا ہے اور اے موسیٰ! بنی اسرائیل کو خبر دے دو جو بھی مجھے اس حال میں ملا کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرنے والا ہوگا میں اسے آگ میں داخل کروں گا، خواہ ابراہیم خلیل اللہ اور موسیٰ کلیم اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کیوں نہ ہوں، تو موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا: الٰہی احمد کون ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مجھے میری عزت وجلال کی قسم! میں نے ان سے بڑھ کر اکرام والا کسی کو پیدا نہیں فرمایا اور ان کا نام آسمان وزمین اور شمس وقمر کی پیدائش سے بھی پہلے اپنے نام کے ساتھ عرش میں لکھ دیا تھا۔''

۱۳ ((ثلاثة يتحدثون في ظل العرش آمنين والناس في

◇۱ ظلال الجنة، رقم الحديث ٦٩٦، قال الشيخ الالبانی اسناده ضعيف جد ابل موضوع

الحساب رجل لم تأخذه في الله لومة لائم ورجل لم يمد يديه إلى مالا يحل له ورجل لم ينظر إلى ماحرم الله عليه))①

''تین افراد امن وسکون کی حالت میں اللہ تعالیٰ کے عرش کے سایہ میں باتیں کر رہے ہوں گے، اور دیگر لوگ اس دن حساب وکتاب کی سختیوں میں ہوں گے (اور وہ تین افراد ہیں) وہ آدمی جو اللہ کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ نہیں کرتا دوسرا وہ آدمی جو اپنا ہاتھ اس جانب نہیں بڑھاتا جو اس کے لیے حلال نہیں ہے، اور تیسرا وہ بندہ جو اس چیز کی طرف نظر نہیں اٹھاتا جسے اللہ نے اس پر حرام ٹھہرایا ہے۔''

⓮ ((ثلاثة في ظل الله عزوجل يوم لاظل إلا ظله رجل حيث توجه علم أن الله تعالىٰ معه ورجل دعته امرأة إلى نفسها فتركها من خشية ورجل أحب لجلال الله))②

''تین افراد اللہ تعالیٰ کے عرش کے سایہ میں ہوں گے، جس دن اس کے سایہ کے سوا کسی کا سایہ نہ ہوگا، ایک وہ بندہ جو علم کی طرف متوجہ ہوا تو اللہ اس کے ساتھ ہوتا ہے اور دوسرا وہ بندہ جسے کوئی عورت برائی کی طرف بلائے لیکن وہ اللہ سے ڈرتے ہوئے اس سے منہ موڑ لے اور تیسرا وہ بندہ جو اللہ کی جلالت کے لیے محبت رکھے۔''

---

① المرجع : صحيح و ضعيف الجامع ، تحقيق الالبانی:(ضعيف) انظرحديث: ۲۶۰۷فی ضعيف الجامع ، السلسلة الضعيفة ، رقم الحديث:۵۴۸۶

② المرجع، صحيح و ضغيف الجامع ، تحقيق الالبانی (ضعيف جداً) انظرحديث رقم:۲۵۸۱، فی ضعيف الجامع

مؤلف کی دیگر کتب

- غیر مسلم تہوار
- گناہوں کو دھو دینے والے اعمال
- نیکیوں کو مٹا دینے والے اعمال
- اسلامی مہینے اور بدعاتِ مروجہ
- اولاد کو بگڑنے سے بچائیں
- جھگڑے کیوں ہوتے ہیں؟
- ہمیں حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کیوں ہے؟
- عرشِ الٰہی کا سایہ پانے والے خوش نصیب
- والذی نفسی بیدہ
- بچوں کے لیے حدیث کی مجلس
- جنتی کون......؟

خصوصیات

- تمام کتب ضعیف روایات اور من گھڑت قصوں سے پاک ہیں۔
- خوبصورت عناوین اور شیوخ کی نظر ثانی